کلمۃ الحدیث

قرآن وحدیث کی برتری

عطاء اللہ سلفی

امام ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی (متوفی ۲۱۹ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''میں مصر میں تھا، جب (ایک دن) محمد بن ادریس الشافعی (متوفی ۲۰۴ھ/مشہور امام) نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے اُن سے کہا: اے ابو عبداللہ کیا آپ اس (حدیث) کے قائل (وفاعل) ہیں؟

(امام) شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کیا تو نے دیکھا ہے کہ میں (عیسائیوں کے) کنیسہ سے باہر آیا ہوں یا مجھ پر (ہندوؤں کا) زُنار (خاص نشان: دھاگہ) دیکھا ہے؟ جب میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی حدیث ثابت ہو جائے تو وہی ہمیشہ کے لئے میرا قول ہوتا ہے۔ اور اگر حدیث ثابت نہ ہو تو وہ میرا قول نہیں ہوتا۔ کیا تو نے مجھ پر (ہندوؤں کا خاص نشان) زنار دیکھا ہے کہ میں حدیث کے مطابق فتوی نہ دوں؟'' (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبہانی ج ۹ ص ۱۰۶ و سندہ صحیح)

امام شافعی رحمہ اللہ کے اس سنہری قول سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث حجت اور معیارِ حق ہوتی ہے۔ ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے مطابق ہی اپنے عقائد، اقوال واعمال اختیار کرے۔ تمام ائمہ مسلمین کا یہی مسلک ومذہب اور طریقہ کار تھا۔

امام ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ) رحمہ اللہ نے ایک (صحیح) حدیث سُن کر فوراً اپنے سابقہ فتوے سے رجوع کر لیا تھا اور حکم دیا تھا کہ: میرے (لکھے ہوئے) فتوے کو کاٹ کر مٹا دو۔ (کتاب السنۃ لعبداللہ بن أحمد بن حنبل: ۳۸۰ وسندہ صحیح)

امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ) رحمہ اللہ نے بھی پاؤں کی انگلیوں کے خلال کے بارے میں ایک قوی حدیث سُن کر فوراً اپنے سابقہ فتوے سے رجوع کیا تھا۔

(تقدمۃ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۱/۳۱، ۳۲ والسنن الکبری للبیہقی ۱/۷۶، ۷۷ وسندہ حسن)

امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) فرماتے تھے کہ:

''جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث رد کر دی ہلاکت کے کنارے پر ہے۔''

(مناقب الامام لابن الجوزی ص ۱۸۲، الحدیث حضرو ۲ ص ۵ وسندہ حسن)

جو لوگ ان ائمہ کرام سے محبت کا دعوی رکھتے ہیں، اور وہ اس دعوے میں اگر سچے ہیں تو ان پر یہ لازم ہے کہ وہ قرآن وحدیث کو سر آنکھوں پر رکھتے ہوئے اپنا عقیدہ، قول وفعل بنائیں۔ یہ طریقہ اختیار کر کے ہی وہ ائمہ کرام سے اپنی محبت کے دعوے کو سچا ثابت کر سکتے ہیں۔ تنبیہ: قرآن وحدیث سے اجماعِ اُمت کا حجت ہونا اور اجتہاد کا جواز ثابت ہے۔ والحمد للہ

اضواء المصابیح :۱۰

حافظ زبیر علی زئی

رسول اللہ ﷺ پر ایمان

(۱۰)وعن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : والذي نفس محمد بيده ، لا يسمع بي أحد من هذه الأمة ، يهودي ولا نصراني ، ثم يموت ولم يؤمن با لذي أرسلت به إلا كان من أصحا ب النار ، رواه مسلم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات (اللہ) کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اس امت (امت دعوت) میں سے میرے بارے میں جو بھی سن لے، چاہے یہودی ہو یا عیسائی، اگر وہ اس (دین) پر ایمان لانے سے پہلے مرجائے جو میں لے کر آیا ہوں تو وہ شخص دوزخی ہے۔(مسلم: ۱۵۳/۲۴ دارالسلام: ۳۸۶ مصابیح:۸)

فقه الحديث :

۱: اس حدیث اور دیگر دلائل سے صاف صاف ثابت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ہر انسان پر فرض ہے۔ جو شخص چاہے یہودی ہو یا عیسائی یا کسی دوسرے مذہب والا وہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا، آپ کو رسول و نبی نہیں مانتا تو یہ شخص کافر اور ابدی جہنمی ہے۔

۲: یہودیوں اور عیسائیوں کا خاص اس وجہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ دنیا کے دو بڑے آسمانی مذہب ہیں جو انبیاء اور رسولوں کو ماننے کے دعویدار ہیں، انہیں اہل کتاب بھی کہتے ہیں۔ جب یہ اہل کتاب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے تو معلوم ہوا کہ دوسرے مذاہب مثلاً ہندو، بدھ وغیرہ بھی آپ پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔

۳: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد اگلی تمام شریعتیں منسوخ ہوگئی ہیں۔

۴: جس شخص تک اسلام کی دعوت نہ پہنچے، اُس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، حدیث میں آیا ہے کہ ایسے شخص کا امتحان قیامت کے دن ہوگا۔ دیکھئے صحیح ابن حبان (الموارد ۱۸۲۷) والصحیحۃ للشیخ الالبانی رحمہ اللہ (۱۴۳۴)

۵: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفت (ید) ہاتھ کا اثبات ہے۔ ہم ان الفاظ پر ایمان رکھتے ہیں، ان کی تاویل نہیں کرتے اور نہ انہیں کسی قسم کی تشبیہ دیتے ہیں۔ اور یہی اہل سنت کا مسلک و مذہب ہے۔

اللہ کی صفت ''ید'' کو متشابہات میں سے کہنا اہل بدعت کا مسلک ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شعار أصحاب الحدیث

مصنف: ابو أحمد الحاکم الکبیر رحمه الله

مترجم: حافظ زبیر علی زئی

١۔ سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ محمد (ﷺ) اور آپ کی تمام آل پر درود (وسلام) ہو۔

٢۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مؤمنین صرف وہ لوگ ہیں جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو وہ ڈر جائیں اور جب اللہ کی آیتیں اُن کے سامنے پڑھی جائیں تو اُن کا ایمان زیادہ ہو جائے اور وہ اپنے رب پر توکل (بھروسہ) کرتے ہیں [الانفال:٢]

٣۔ اور فرمایا: اُسی نے مؤمنین کے دلوں میں سکون نازل کیا تاکہ اُن کا ایمان زیادہ ہو جائے [الفتح:٤]

٤۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہوئے (تو) ہم نے اُن کی ہدایت زیادہ کر دی اور اُنہیں تقویٰ عطا فرمایا [محمد:١٧]

باب (١) اس دلیل کا ذکر کہ ایمان دل میں ہوتا ہے

٥۔ عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں کوئی (بھی) ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہو۔ اور (جہنم کی) آگ میں کوئی (بھی) ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو

٦۔ عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے (ہی) روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں کوئی (بھی) ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہو اور (جہنم کی) آگ میں کوئی (بھی) ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو

باب (٢) اس دلیل کا ذکر کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے

٧۔ عمیر بن حبیب (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ: ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے کہا گیا کہ: اس کی زیادتی اور کمی کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: جب ہم اللہ کو یاد کرتے ہیں تو اس کی حمد و تسبیح بیان کرتے ہیں یہ (ایمان کی زیادتی) ہے۔ اور جب ہم

....

(٥ و ٦) مسلم، الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ ح ٩١

(٧) حسن

اسے ابن ابی شیبہ (کتاب الایمان:١٤)، عبداللہ بن احمد بن حنبل (کتاب السنۃ:٦٢٤، ٦٨٠) آجر (الشریعۃ ص ١١٢) اور (شعب الایمان: ٥٦) وغیرھم نے حماد بن سلمہ سے روایت کیا ہے۔ یزید بن عمیر بن حبیب کی توثیق کے لئے دیکھئے مسائل محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: ٢٥ بتحقیقی

غافل ہوجاتے ہیں تو (اُسے) بھول جاتے ہیں تو یہ اس (ایمان) کی کمی ہے۔

(اس حدیث کے راوی) ابونصر التمار نے فرمایا: ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔

۸۔ (امام) احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) نے ایمان کی کمی وزیادتی کے بارے میں عمیر بن حبیب (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ: ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔

ان عمیر (رضی اللہ عنہ) سے کہا گیا کہ اس کی زیادتی اور نقصان کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: جب ہم اللہ کو یاد کرتے ہیں تو اس کی حمد وتسبیح بیان کرتے ہیں۔ یہ اس کی زیادتی ہے۔ جب ہم غافل ہوجاتے ہیں اور اُسے ضائع کردیتے اور بھلا دیتے ہیں تو یہ اس کا نقصان ہے۔

۹۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ: ایمان زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے۔

۱۰۔ ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔

۱۱۔ ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔

۱۲۔ عبدالرزاق (بن ھمام الصنعانی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ: میں نے (امام) مالک (بن انس)، اوزاعی، ابن جریج، (سفیان) الثوری اور معمر (بن راشد) کو یہ فرماتے سنا کہ ایمان قول وعمل (کا نام) ہے۔ زیادہ اور کم ہوتا ہے۔

....

(۸) حسن، دیکھئے حدیث سابق: ۷

(۹) موضوع

اسے ابن ماجہ، المقدمہ، آخر: باب فی الایمان ح ۷۴ وغیرہ نے عبدالوھاب بن مجاھد سے روایت کیا ہے۔ یہ عبدالوھاب بالاجماع متروک ہے (انظر تھذیب التھذیب ۶/۴۰۰) وغیرہ، اسے سفیان ثوری وغیرہ نے کذاب قرار دیا ہے۔ (۱۰) ضعیف ہے۔

اسے عبداللہ بن احمد (السنۃ: ۶۲۲) آجری (الشریعۃ ص ۱۱۱) اور (شعب الایمان: ۵۵) نے اسماعیل بن عیاش نے بیان کیا ہے۔

عبداللہ بن ربیعہ کو ابن حبان (الثقات ۵/ ۲۷) کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا لہذا وہ مجھول الحال ہے۔ واللہ اعلم

(۱۱) ضعیف ہے۔

اسے عبداللہ بن احمد (السنۃ: ۶۲۳) نے اسماعیل نے عیاش سے بیان کیا ہے، ابن ماجہ کے ہاں اس روایت کا ایک دوسرا رنگ ہے (زوائد ابن القطان ح ۷۵) حارث سے مراد ابوحبیب بن حارث بن تخمر ہے (شعب الایمان: ۵۴،۵۳) ابوحاتم نے اس کا اشارہ کیا ہے کہ حارث بن تخمر نے ابوالدرداء سے (کچھ) نہیں سنا لہذا یہ سند منقطع ہے۔

(۱۲) سند صحیح ہے، اسے آجری نے عبدالرزاق سے بیان کیا ہے۔ (الشریعۃ ص ۱۱۷)

☆☆☆

۱۳۔ (امام) مالک (بن انس: صاحب المؤطاء) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لِيَزْدَادُوا اِيْمَاناً مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ﴾ تاکہ ان کے ایمان پر ایمان زیادہ ہو جائے [الفتح:۴]

اور ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا:

﴿رَبِّ أَرِنِى كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِى﴾

اے میرے رب! مجھے دکھاؤ کہ تم کس طرح مُردوں کو زندہ کرتے ہو؟ کہا: کیا تجھے یقین نہیں؟ کہا: ضرور (یقین) ہے لیکن میں اپنا دل مطمئن کرنا چاہتا ہوں [البقرۃ:۲۶۰]

(مالک نے) فرمایا: پس اُن کے دل کا اطمئنان، ایمان کی زیادتی ہے، اور راوی نے باقی حکایت (بیان) کی (جسے یہاں حذف کر دیا گیا ہے)

۱۴۔ یحیی بن سُلیم (الطائفی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ: ابن جریج، مالک، محمد بن مسلم (الطائفی) محمد (بن عبداللہ) بن عمرو بن عثمان ثنیٰ اور سفیان الثوری فرماتے تھے کہ ایمان قول و عمل (کا نام) ہے۔

باب (۳) اُس دلیل کا ذکر کہ قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے

۱۵۔ (سفیان) بن عیینہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ:
میں نے ستر سال سے، عمرو بن دینار سمیت اپنے (تمام) استادوں کو (یہی) فرماتے سنا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔

....

(۱۳) اس کی سند ضعیف ہے۔
اسحاق بن محمد الفروی حافظے کی وجہ سے ضعیف ہے اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اس کی روایات (جن کی کل تعداد تین ہے) صحیح بخاری میں متابعات میں ہیں۔ حاکم (۹۰/۴) وغیرہ نے اس کی روایات کو صحیح کہا ہے۔

(۱۴) اس کی سند حسن ہے۔
اسے لالکائی نے اصول اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ (۸۴۸،۸۴۷/۲) نے حمیدی عن یحیی بن سلیم کی سند سے نقل کیا ہے۔
امام بخاری نے فرمایا: حمیدی نے یحیی بن سلیم سے جو روایت کیا ہے وہ صحیح ہے (دیکھئے تھذیب التھذیب ۱۱/۱۹۹)

(۱۵) اس کی سند ضعیف ہے۔
اسے (الاسماء والصفات ص ۲۴۵ و نسخہ اخری ص ۳۱۵) نے اس کتاب کے مؤلف ابو احمد الحاکم سے روایت کیا ہے حکم بن محمد الطبری کو ابن حبان نے ثقات (۱۹۵/۸) میں ذکر کیا۔ بخاری اس سے روایت کرتے ہیں (التاریخ الکبیر ۳۳۸/۲) وخلق افعال العباد: ۱) لہذا وہ حسن الحدیث ہے۔
الاسماء والصفات میں اس کا ایک شاھد بھی ہے والحمدللہ

باب نمبر(۴)

۱۶۔ (امام)احمد بن حنبل رحمہ اللہ) سے پوچھا گیا کہ آپ خلافت کے بارے میں کیا موقف رکھتے ہیں؟انہوں نے فرمایا:ابوبکر،عمر،عثمان،اورعلي (خلفائے راشدین ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین)

کہا گیا: گویا آپ سفینہ(رضی اللہ عنہ) والی حدیث کے قائل ہیں؟ توانہوں نے فرمایا: میں سفینہ(رضی اللہ عنہ) کی حدیث اورایک دوسرے چیز کا قائل ہوں۔ میں نے (احادیث کی روشنی میں) دیکھا کہ ابوبکراورعثمان (رضی اللہ عنہما) کے زمانے میں علی(رضی اللہ عنہ) نے اپنے آپ کوامیر المؤمنین نہیں کہا اور نہ نمازوں اور حدود کے قیام کا اہتمام کیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ عثمان(رضی اللہ عنہ) کی شہادت کے بعدانہوں یہ کام کئے تو مجھے علم ہوگیا کہ اس وقت وہ اس بات کے مستحق ہوگئے جس کے وہ پہلے مستحق نہیں تھے۔

۱۷۔ ابورجاءقتیبہ بن سعید(رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ:

(دین اسلام کے)اماموں کا(اہل)اسلام اور(اہل) سنت میں یہی قول مُسلّم ہے کہ:

اللہ کے فیصلے پر(مکمل) رضامندی،اس احکامات کی اطاعت اور حکمتوں پر صبر(کیا جائے)،اچھی اور بری تقدیر پر ایمان، اللہ نے جس کا حکم دیا ہے اُس پر عمل اور جس سے منع کیا ہے اُس سے اجتناب،خلوص(اورصحیح نیت) کے ساتھ(صرف)اللہ کے لئے(نیک)عمل کرنا۔دین میں جھگڑے،شک اور مجادلے ترک کردینا:موزوں پر مسح کرنا اور ہر خلیفہ کے ساتھ مل کر کافروں سے جہاد کرنا۔ تجھے جہاد کا ثوب ملے گا اور اُس(خلیفہ) کی بُرائی اُس پر(ہی) ہے۔ جمعہ وعیدین کی نماز با جماعت ہر نیک وبد کے پیچھے پڑھنا۔اہلِ قبلہ میں سے جو شخص فوت ہوجائے اس کی نماز جنازہ پڑھنا مسنون ہے۔ایمان قول وعمل ہے اورایمان کے درجات ہیں۔قرآن اللہ کا کلام ہے ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کو بھی جنت وجہنم کا(صراحۃً بالجزم) مستحق قرارنہیں دیتے۔اوراہلِ توحید میں سے کسی شخص پر(جنتی یا جہنمی کی) قطعی گواہی نہیں دیتے اگر چہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو۔

ہم مسلمان حکمرانوں کے خلاف خروج نہیں کرتے اگرچہ وہ(باہم) لڑائیاں کریں جوشخص امت پرخروج کا قائل ہے چاہے کوئی بھی ہو،ہم اُس سے بری ہیں۔

....

(۱۶)اس کی سند حسن ہے۔

اسے (کتاب الاعتقادص ۳۳۶) نے مولف کتاب ابواحمد الحاکم سے روایت کیا ہے اس کا راوی ابوعروبہ الحرانی ثقہ ہے اس سے تشیع کی بدعت ثابت نہیں ہے کجا یہ کہ غلوفی التشیع کا الزام؟

(۱۷)اس کی سند صحیح ہے۔

اس امت میں نبی (ﷺ) کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان (پھر علی رضی اللہ عنہم اجمعین)
صحابہ کرام کی بُرائیاں بیان کرنے سے (مکمل) اجتناب کیا جائے۔ ہم اُن میں سے کسی ایک کا ذکر بھی بُرائی کے ساتھ نہیں کرتے۔ اور نہ کسی کی تنقیص کرتے ہیں۔

(قیامت کے دن اللہ کی) رؤیت (یعنی مؤمنین کا دیدار باری تعالیٰ)

رؤیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے جو (صحیح) احادیث پہنچی، ہیں انہیں برحق سمجھ کر تصدیق کرنا: رسول اللہ ﷺ کی ہر (صحیح وحسن) حدیث کی اتباع کرنا سوائے یہ کہ کسی حدیث کا منسوخ ہونا معلوم ہو جائے تو ناسخ پر عمل کیا جائے گا۔ عذابِ قبر حق ہے۔ (اعمال کا) میزان (میں تولا جانا) حق ہے۔ حوض (کوثر) حق ہے اور (امت کے گنہ گاروں کے لئے) شفاعت حق ہے۔ (جہنم کی) آگ سے ایک قوم کا نکلنا حق ہے۔ یہ سچ ہے کہ (قیامت سے پہلے) دجال نکلے گا رجم حق ہے جب دیکھو کہ کوئی شخص درج ذیل علماء سے محبت کرتا ہے تو سمجھ لو کہ سیدھے راستے پر ہے۔

سفیان الثوري، مالک بن انس، ایوب السختیانی، عبداللہ بن عون، یونس بن عبید، سلیمان التیمی، شریک القاضي، ابوالاحوص، الفضیل بن غیاض، سفیان بن عیینہ، لیث بن سعد، (عبداللہ) بن المبارک، وکیع بن الجرح، یحیٰ بن سعید (القطان) عبدالرحمٰن بن مہدي، یحیٰ بن یحیٰ (النیساپوری) احمد بن حنبل اور اسحاق راھویہ اگر کسی آدمی کو دیکھو جو انہیں شکوک میں مبتلا سمجھتا ہے تو جان لو کہ صراطِ مستقیم سے بھٹکا ہوا ہے۔ اگر وہ انہیں مشبہہ کہے تو اس شخص سے بچ جاؤ یہ جہمی ہے۔ اگر وہ انہیں مجبرہ کہے تو یہ تقدیر کا منکر ہے۔

ایمان کے (مختلف) درجات ہیں۔ ایمان قول، عمل اور نیت کا نام ہے۔ نماز ایمان میں سے ہے (اس طرح) زکوۃ اور حج (بھی) ایمان میں سے ہے۔ راستے سے تکلیف دہ اشیاء کا ہٹانا ایمان میں سے ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ لوگ ہمارے ہاں اقرار، حدود اور وراثت کے لحاظ سے مؤمنین ہیں۔ اللہ نے انہیں یہی نام دیا ہے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ اللہ کے نزدیک بھی بلاشک مؤمن ہی ہے۔ ہم ''عنداللہ'' کا دعویٰ نہیں کرتے۔

اور ہم یہ (بھی) نہیں کہتے کہ (ہمارا ایمان) جبریل و میکائیل کے ایمان جیسا ہے کیونکہ ان دونوں کا ایمان تو مقبول ہے۔

ہم قدری (منکر تقدیر) رافضی اور جہمی (امام) کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔

اور جس نے اس آیت:

﴿اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰـہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ﴾

بے شک میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں پس میری عبادت کرو [طٰہٰ:۱۴] کو مخلوق کہا اُس نے یقیناً کفر کیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کو مخلوق کی عبادت کا حکم نہیں دیا۔

(یہ) معلوم ہے کہ اللہ ساتویں آسمانوں پر، اپنے عرش پر ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی،

لَهُ مَافِي السَّمٰوَاتِ وَمَافِي الاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴾
رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔آسمانوں زمین،ان کے درمیان اور گہرائیوں میں جو کچھ ہے اسی کا ہے [طٰہٰ:۵]
جنت اور جہنم دونوں مخلوق ہیں۔یہ (کبھی) فنا نہیں ہوگی۔نماز اللہ کی طرف سے تمام رکوعوں،سجدوں اور قرأت کے ساتھ فرض ہے۔

۱۸۔ نصر بن علی الجہضمی (رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ:
میں سفینہ (رضی اللہ عنہ) والی حدیث پر عمل کرتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر،عمر،عثمان،اور علی کی تقدیم (وفضیلت) کا قائل ہوں۔(احمد) بن حنبل کا قول بھی یہی ہے اور انہوں نے حدیثِ سفینہ کو حجت سمجھا ہے

۱۹۔ یحیی بن معین (رحمہ اللہ) نے فرمایا:
قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے،اور بار بار فرمایا:
اس اُمت میں نبی (ﷺ) کے بعد سب سے بہتر ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی (رضی اللہ عنہم) یہی ہمارا قول ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے۔

باب (۵) اس بات کی دلیل کہ عمل کے وقت نیت کے بغیر عمل کا کوئی اعتبار نہیں ہے

۲۰۔ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اعمال کا دارومدار نیت پر ہے.اور ہر آدمی کو وہی ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے پس جو اللہ اور رسول کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ کر دیتا ہے تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کے لئے (ہی) ہوتی ہے.اور جو شخص دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے گھر بار چھوڑتا ہے تو اس کی ہجرت اس کے لئے ہوتی ہے۔

....

(۱۸) اس کی سند ضعیف ہے۔
محمد بن ایوب کا تعین یہاں نامعلوم ہے۔ واللہ اعلم

(۱۹)
اس کی سند صحیح ہے۔

(۲۰)
متفق علیہ۔

اسے بخاری، **كتاب الايمان والنذور ، باب النية فى الايمان** ح۶۶۸۹ اور مسلم، **كتاب الذمارة ، باب استحباب طلب الشهادة فى سبيل الله** ح۱۹۰۷ نے عبدالوہاب الثقفی کی سند سے روایت کیا ہے۔

باب (٦) اس کی دلیل کہ نماز اور وضوء، ایمان میں سے ہیں

۲۱۔ ابو مالک الاشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: وضوء آدھا ایمان ہے۔ الحمدللہ میزان کو بھر دے گی۔ نماز نور ہے صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے۔ قرآن تیری دلیل ہے یا تجھ پر حجت ہے۔

باب (۷) اس کی دلیل کہ اللہ وضوء کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور نہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول کرتا ہے

۲۲۔ (عبداللہ) بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ، وضوء کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور نہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول کرتا ہے

باب (۸) جو شخص اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے اُس پر (اعضاء کا) دھونا (یعنی وضوء) فرض ہے اور اس کا کتاب وسنت سے بیان کہ (یہاں) ہاتھ سے چھونا (مراد) ہے

۲۳۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

اگر ہم کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب تجھ پر نازل کرتے تو یہ اسے اپنے ہاتھوں سے چُھو لیتے [الانفال:۷]

۲۴۔ پس ہمارے رب نے بتایا ہے کہ ہاتھ سے چُھوا جاتا ہے

۲۵۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اے ایمان والو! جب تم نماز کے (ارادے کے) لئے کھڑے ہو جاؤ تو اپنے چہرے دھوو......(سے لے کر) اور (اگر) تم عورتوں کو چھوو پھر پانی نہ پاؤ تو تیمّم کرلو [المائدہ:٦]

۲٦۔ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ہر آدمی کو ضرور بالضرور زنا سے (کچھ) حصہ ملتا ہے۔ فرمایا: آنکھ کا زنا (فحاشی و بے حیائی کی طرف) نظر (کرنا) ہے۔ ہاتھ کا زنا چُھونا ہے دل خواہشات گھڑ کر اُن سے مگن رہتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کر دیتی ہے۔

---

(۲۱) اسے مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء ح ۲۲۳ وغیرہ نے ابان بن یزید العطار سے روایت کیا ہے۔

(۲۲) اسے مسلم، کتاب الطھارۃ، باب وجوب الطھارۃ للصلوۃ ح ۲۲۴ وغیرہ نے سماک بن حرب سے روایت کیا ہے۔

(۲٦) اس کی سند صحیح ہے۔

یہ روایت صحیح ابن خزیمہ (۱/۲۰ ح ۳۰) میں ہے اور غالباً وہیں سے صاحبِ کتاب نے اسے نقل کیا ہے اسے ابن حبان (الاحسان: ۴۴۰۵) نے بھی صحیح قرار دیا ہے اور اس کے متعدد شواھد ہیں۔

www.quransunnah.com

۲۷۔ عبداللہ (بن عمر رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ:

آدمی کا اپنی بیوی کا بوسہ لینا اور انہیں اپنے ہاتھ سے چُھونا ملامست میں سے ہے۔ پس جو شخص اپنی بیوی کا بوسہ لے گا یا اپنے ہاتھ سے (بنظرِ شہوت) اسے چھولے تو اسے وضوء کرنا چاہئے۔

۲۸۔ عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ:

بوسہ لینا ملامست (چھونے) سے ہے اور اس سے وضوء (لازم) ہے ملامست جماع کے علاوہ ہے۔

باب (۹) اس کا ذکر کہ اذان دو دو دفعہ ہے اور اقامت ایک ایک دفعہ ہے

۲۹۔ انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا گیا (تھا) کہ اذان دوھری کہیں اور اقامت اکہری کہیں۔

۳۰۔ انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ: بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا گیا (تھا) کہ اذان دوھری کہیں اور اقامت اکہری کہیں سوائے قدقامت الصلاۃ کے۔

۳۱۔ انس (رضی اللہ عنہ) سے (ہی) روایت ہے کہ:

بے شک نبی ﷺ نے بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا تھا کہ وہ اذان دوھری کہیں اور اقامت اکہری کہیں۔

....

(۲۷) صحیح ہے۔

اسے امام مالک (الموطأ ۱/۴۳ ح ۶۴) وغیرہ نے امام زھری سے بیان کیا ہے اور دارقطنی (۱/۱۴۴) نے "صحیح" قرار دیا ہے۔ سنن دارقطنی وغیرہ میں اسے شواھد بھی ہیں والحمدللہ۔

(۲۸) صحیح ہے۔

اسے عبدالرزاق (المصنف: ۴۹۹، ۵۰۰) ابن ابی شیبہ (المصنف ۱/۴۵) طبرانی (الکبیر ۹/ ۲۸۵) ابن جریر الطبری (التفسیر ۵/۶۷) دارقطنی (۱/۱۴۵) اور (۱/۱۴۴) وغیرھم نے اعمش سے بیان کیا ہے۔ اسے دارقطنی نے صحیح کہا۔ بیھقی وغیرہ کے ہاں اس کا ایک صحیح شاھد بھی ہے۔

(۲۹) اسے مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الامر بشفع الاذان وایتار الاقامۃ ح ۳۷۸ وغیرہ نے وھیب بن خالد کی سند سے روایت کیا ہے نیز دیکھئے آنے والی حدیث: ۳۰

(۳۰) متفق علیہ۔

یہ روایت مسند الدارمی (۱/۱/۲۷) میں ہے اور مصنف نے غالباً وہیں سے نقل کیا ہے اسے بخاری نے سلیمان بن حرب سے روایت کیا ہے (کتاب الاذان، باب الأذان مثنیٰ مثنیٰ ح ۶۰۵) نیز دیکھئے حدیث سابق: ۲۹

(۳۱) صحیح ہے۔

اسے نسائی، کتاب الاذان، باب تثنیۃ الاذان ح ۶۲۸ نے عبدالوھاب الثقفی سے روایت کیا ہے۔ اس کی اصل متفق علیہ ہے دیکھئے ح ۲۹، ۳۰

☆☆☆

Your source to Islamic Resources in Urdu Online

www.quransunnah.com

۳۲۔ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ:

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اذان دوھری ہوتی تھی اور اقامت اکہری ہوتی تھی۔

۳۳۔ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اذان (کے کلمات) دو دو دفعہ اور اقامت (کے کلمات) ایک ایک دفعہ تھے۔ سوائے اقامت کے، اس کے کلمات (قد قامت الصلوۃ) دو دفعہ کہے جاتے تھے۔

ہم جب اقامت سنتے تو وضوء کرتے اور نماز کے لیے چلے جاتے تھے۔

۳۴۔ ابو محذورہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں (درج ذیل) اذان سکھائی تھی۔

الله اکبر الله اکبر ، الله اکبر الله اکبر ، اشهد ان لا اله الاالله ، اشهد ان لااله الاالله ، اشهد ان محمداً رسول الله ، اشهد ان محمداً رسول الله۔ پھر وہ دوبارہ **اشهد ان لا اله الا الله** اور **اشهد ان محمداً رسول الله** (دو دو دفعہ) کہتے تھے۔ پھر **حي على الصلوة** (دو دفعہ) اور **حي على الفلاح** (دو دفعہ) کہتے تھے۔ **الله اکبر الله اکبر ، لا اله الا الله**

۳۵۔ ابو محذورہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیس کے قریب آدمیوں کو حکم دیا کہ اذان کہیں، تو انہوں نے اذان دی۔ آپ کو ابو محذورہ (رضی اللہ عنہ) کی اذان پسند آئی تو آپ نے انہیں یہ اذان سکھائی

الله اکبر الله اکبر ، الله اکبر الله اکبر ، اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله ، اشهد ان محمداً رسول الله ،ا شهد ان محمداً رسول الله ، اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله ، اشهد ان محمداً رسول الله اشهد ان محمداًرسول الله ، حي على الصلوة حي على الصلوة ، حي على الفلاح حي على الفلاح ، الله اکبر الله اکبر ، لا اله الا الله ، اور اقامت دوھری ہوتی تھی۔

...

(۳۲) اس کی سند صحیح ہے۔

اسے دارقطنی (۱/۲۳۹) نے عبدالکریم بن الھیثم وغیرہ سے روایت کیا ہے دیکھئے حدیث: ۳۳

(۳۳) اس کی سند حسن ہے۔

اسے ابوداود (۵۱۰، ۵۱۱) وغیرہ نے شعبہ سے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ (۳۷۴) ابن حبان (الاحسان: ۱۶۷۲، ۱۶۷۵) حاکم (۱/۱۹۸) اور ذھبی وغیرھم نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے متعدد شواھد ہیں (۳۴) اسے مسلم، کتاب الصلوۃ باب صفۃ الاذان ح ۳۷۹ وغیرہ نے معاذ بن ھشام الاستوائی سے روایت کیا ہے۔

(۳۵) صحیح ہے۔

اسے ابوداود، کتاب الصلوۃ، باب کیف الأذان ح ۵۰۲، ترمذی (۱۹۲) نسائی (۶۳۱) اور بن ماجہ (۷۰۹) وغیرھم نے ھمام بن یحیی سے بیان کیا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا ”حسن صحیح“

Your source to Islamic Resources in Urdu Online

باب (۱۰) اس کی دلیل کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (سورت توبہ کے علاوہ) سورت کی آیت ہے اور نماز میں اسے پڑھنا واجب (یعنی فرض) ہے

۳۶۔ انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ پر (ایک دفعہ) غش کی حالت چھا گئی۔ پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اُٹھایا تو لوگوں نے اس مسکراہٹ کے بارے میں پوچھا۔

آپ نے فرمایا: مجھ پر ابھی ایک سورت اُتری ہے۔ پھر آپ نے (درج ذیل سورت) تلاوت فرمائی۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ [الکوثر:۱۔۳]

پھر آپ نے ہم سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟

ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

یہ جنت میں ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ اس کا ایک حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری اُمت آئے گی۔ اس کے (پلانے والے) برتن ستاروں کی تعداد میں (یعنی بے شمار) ہیں۔ آدمی (یا آدمیوں) روک لیا جائے گا تو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ تو میری اُمت میں سے ہے؟

مجھے کہا جائے گا: تجھے پتہ نہیں کہ انہوں نے تیرے بعد کون سی بدعات ایجاد کر لی تھیں۔

۳۷۔ ام سلمہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو (درج ذیل) قرآت فرماتے سنا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، الحمد لله رب العالمین ، الرحمٰن الرحیم ، مالك یو م الدین ، حتی کہ آپ نے (عام) دیہاتیوں کی طرح سات آیات (ہاتھوں پر) گن لیں۔

....

(۳۶) اسے مسلم، الصلوۃ ، باب حجة من قال البسملة آية من أول كل سورة سوى سورة البراءة ح ۴۰۰ وغیرہ نے مختار بن فلفل کی سند سے بیان کیا ہے۔

(۳۷) ضعیف ہے۔

اسے ابن خزیمہ (۴۹۳) دارقطنی (۱/۳۰۷) حاکم (۱/۲۳۲) اور بیہقی (السنن الکبری ۲/۴۴) نے عمر بن ھارون کی سند سے روایت کیا ہے۔ عمر مذکور مجروح ہے اس پر بیہقی وغیرہ نے جرح کی ہے اصل حدیث ابوداود (۴۰۰۱) ترمذی (۲۹۲۷) وغیرھما نے ابن جریج سے دوسرے متن کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

☆☆☆

۳۸۔ نعیم المجمر (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے ابوھریرہ (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی پھر سورۃ فاتحہ پڑھی۔آپ جب ولا الضالین پر پہنچے تو آپ نے آمین کہی۔لوگوں نے (بھی) آمین کہی۔آپ جب سجدہ کرتے اور دو رکعتوں سے اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے۔اور جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا:اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہوں۔

۳۹۔ انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ،ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما تینوں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سراً پڑھتے تھے۔

۴۰۔ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کی ابتداء فرماتے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔

۴۱۔ بریدہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں اس وقت تک مسجد سے نہیں نکلوں گا جب تک تمہیں ایک سورت کی ایک آیت نہ سکھا دوں جو مجھ سے پہلے،سوائے سلیمان بن داود (علیہ السلام) کے کسی پر نازل نہیں ہوئی۔پھر نبی ﷺ (وہاں سے) نکل کر (مسجد کے) دروازے کی دہلیز پر پہنچے (تو) فرمایا:تم اپنی نماز اور قرأت کس سے شروع کرتے ہو؟

میں نے کہا:بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے،

انہوں نے فرمایا:وہ آیت یہی ہے۔پھر آپ مسجد سے باہر نکل گئے۔

---

(۳۸) اس کی سند صحیح ہے۔

اسے نسائی،الافتتاح،باب قرأۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ح ۹۰۶ وغیرہ نے لیث بن سعد سے روایت کیا ہے اسے ابن الجارود (۱۸۴) ابن خزیمہ (۴۹۹) ابن حبان (موارد:۴۵۰،الاحسان:۱۷۹۸) حاکم (۲۳۲/۱) وذھبی وغیرھم نے صحیح قرار دیا ہے سعید بن ابی ھلال پر اختلاط کی جرح مردود ہے۔

(۳۹) اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے ابن خزیمہ (۴۹۸) وغیرہ نے سوید بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے۔سوید مذکور جمہور ائمہ کے نزدیک ضعیف ہے (مجمع الزوائد ۱۴۷/۳ وھوالصواب)

(۴۰) اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

اسے طبرانی (الاوسط:۸۴۵) نے احمد بن یحیی الحلوانی سے نقل کیا ہے۔اور دارقطنی نے (۳۰۵/۱) روایت کیا ہے اس کے راوی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر العمری کے بارے میں ہیثمی نے کہا:ضعیف جداً (مجمع الزوائد ۱۰۹/۱) یہ راوی متروک ہے۔

(۴۱) اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے دارقطنی (۳۱۰/۱) بیھقی (۶۲/۱۰) اور طبرانی (الاوسط:۶۲۹) نے سلمہ بن صالح سے روایت کیا ہے۔بیھقی نے کہا ''اسنادہ ضعیف'' سلمہ اور عبدالکریم دونوں جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اور یزید بن ابی خالد کے حالات مطلوب ہیں۔

باب (۱۱) فرض نماز وغیرہ میں جو دعائے استفتاح پڑھی جاتی ہے اُس کا ذکر

۴۲۔ علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز کی ابتداء فرماتے تو (درج ذیل الفاظ) پڑھتے تھے:

وجهت وجهى للذي فطر السمٰوات والارض ....واتوب اليك ۔

اور جب آپ فرض نماز میں سجدہ فرماتے تو (یہ الفاظ) پڑھتے تھے:

اللهم لك سجدت وبك آمنت .... تبارك الله احسن الخالقين ۔

جب آپ رکوع کرتے تو فرماتے:

اللهم لك ركعت وبك آمنت وبك أسلمت أنت ربي ۔

جب آپ فرض نماز میں رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے:

اللهم ربنا لك الحمد ملء السمٰوات ... وملء ماشئت من شيء بعد ۔

باب (۱۲) اس کی دلیل کہ نماز میں دو سکتے سنت ہیں اور نمازی تکبیر اور قرأت کے درمیان جو پڑھتا ہے اُس کا ذکر

۴۳۔ ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب تکبیر کہتے تو تکبیر اور قرأت کے درمیان (تھوڑی دیر) سکتہ فرماتے۔

میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اس سکتے میں کیا کہتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: میں (درج ذیل الفاظ) کہتا ہوں:

اللهم باعد بيني وبين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب ، اللهم نقني من خطاي كما ينق الثوب من الدنس ، اللهم اغسلني من خطاياى با لماء والثلج والبرد ۔

---

(۴۲) صحیح ہے۔

اسے ابوعوانہ (۱۰۳،۱۰۲/۲) اور ابن حبان (الاحسان: ۱۷۶۸) نے یوسف بن مسلم سے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ (۶۰۷) وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ مسلم (۷۷۱) ابوداود (۷۶۱) ترمذی (۳۴۲۳) ابن ماجہ (۱۰۵۴) وغیرہ میں اس کی کئی سندیں ہیں۔

(۴۳) متفق علیہ ہے۔

اسے مسلم، کتاب المساجد، باب مایقال بین تکبیرۃ الاحرم والقرأۃ ح ۵۹۸ وغیرہ نے محمد بن فضیل بن غزوان سے روایت کیا ہے نیز دیکھئے ح: ۴۴۔

باب (۱۳) اس دلیل کا ذکر کہ پہلے تشہد کے بعد والی رکعت کے شروع میں سکتہ ضروری نہیں ہے

۴۴۔ ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو (قرأت) الحمدللہ رب العالمین سے شروع کرتے اور سکتہ نہ کرتے تھے۔

باب (۱۴) اس دلیل کا ذکر کہ نماز کی چابی وضوء ہے۔ تکبیر تحریمہ سے (نماز) شروع ہوتی اور سلام سے ختم ہو جاتی ہے

۴۵۔ محمد بن حنفیہ کے والد (علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز کی چابی وضوء ہے۔ (نماز کے علاوہ تمام امور کو) حرام کرنے والی تکبیر اور (انہیں) حلال کرنے والی سلام (پھیر دینا) ہے۔

باب (۱۵) اس دلیل کا ذکر کہ رکوع و سجود اور ہر اونچ نیچ میں سیدھے اُٹھنا لازمی سنت (یعنی فرض) ہے۔ (ان امور میں) اطمئنان فرض ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی

۴۶۔ ایک بدری (صحابی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے اور اس آدمی کو پتہ نہیں تھا۔ پس اُس نے دو رکعتیں پڑھی پھر آکر نبی ﷺ کو سلام کہا تو آپ نے فرمایا:

وعلیک السلام (اور تجھ پر بھی سلام ہو) جاؤ (دوبارہ) نماز پڑھو۔ تو نے نماز پڑھی ہی نہیں (آپ نے یہ دو دفعہ کیا) تیسری دفعہ اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے (نماز کا طریقہ) سکھاؤ۔ میں نے اپنی (پوری) کوشش کر لی ہے۔ آپ

....

(۴۴) متفق علیہ ہے۔

اسے بخاری، کتاب الاذان، باب مایقرأ بعد التکبیر ح ۷۴۴

و مسلم (۵۹۸) نے عبدالواحد بن زیاد سے روایت کیا ہے دیکھئے حدیثِ سابق: ۴۳

(۴۵) حسن ہے۔

اسے ابوداود، کتاب الطھارۃ، باب فرض الوضوء ح ۶۱ و ۶۱۸ ترمذی (۳) ابن ماجہ (۲۷۵) وغیرھم نے سفیان ثوری سے روایت کیا ہے۔ اس روایت کے بہت سے شواھد ہیں جن کے ساتھ یہ حسن لغیرہ ہے۔

(۴۶) صحیح ہے۔

اسے ابوداود، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ من لایقیم صلبہ فی الرکوع والسجود ح ۸۵۶ اور ابوعوانہ (۱۰۳/۲، ۱۰۴) نے انس بن عیاض سے روایت کیا ہے۔

اور بخاری (۷۵۷، ۷۹۳) و مسلم، (۳۹۷) وغیرھما نے عبداللہ بن عمر سے بیان کیا ہے لہذا یہ روایت اصلاً متفق علیہ ہے۔

نے فرمایا: جب تو نماز کا ارادہ کرے تو اچھے طریقے سے وضوء کر۔ پھر قبلے کی طرف رُخ کر کے تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کہہ پھر (فاتحہ پڑھنے کے بعد) قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھ۔ پھر جب رکوع کرے تو اطمئنان سے رکوع کر۔ پھر جب (رکوع سے) سر اُٹھائے تو اطمئنان سے کھڑا ہو جا۔ پھر جب سجدہ کرے تو اطمئنان سے سجدہ کر۔ پھر سجدہ سے اُٹھ کر اطمئنان سے بیٹھ جا۔ پھر اطمئنان سے سجدہ کر۔ پھر (جلسہ استراحت کے بعد) اُٹھ کر کھڑا ہو جا۔ اگر تو نے ایسا کیا تو تیری نماز مکمل ہے اور اس سے جس چیز کو کم کیا تو تیری نماز کا نقصان ہے۔

باب (۱۶) اس دلیل کا ذکر کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز جائز نہیں ہے

۴۷۔ عبادہ بن الصامت (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے فرمایا:

اس شخص کی نماز نہیں ہے جو (اس میں) سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔

۴۸۔ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص ایسی نماز پڑھے جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ (نماز) ناقص ہے ناقص ہے ناقص (بمعنی فاسد) ہے۔ مکمل نہیں ہے۔

۴۹۔ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز جائز نہیں ہے۔

(راوی کہتا ہے کہ) میں نے (ابوھریرہ رضی اللہ عنہ) سے کہا: اگر میں امام کے پیچھے ہُوں (تو کیا کروں)؟ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے فارسی! اپنے دل میں (یعنی سراً) پڑھ،

....

(۴۷) متفق علیہ ہے۔

اسے بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القرأۃ للامام والماموم ح ۷۵۶ و مسلم، کتاب الصلوۃ باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ح ۳۹۴ نے سفیان بن عیینہ سے روایت کیا ہے ابوداود (۸۲۲) نے منقطع سند کے ساتھ سفیان بن عیینہ سے اس روایت میں "لمن یصلی وحدہ" کے الفاظ ذکر کیے ہیں۔ چونکہ ابوداود کی سفیان سے ملاقات نہیں لہذا یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۴۸) اسے مسلم، کتاب الصلوۃ، باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ح ۳۹۵ وغیرہ نے العلاء بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے۔ یہ روایت ابوالعباس محمد بن اسحاق الثقفی نے جزء من حدیثہ (مخطوط ص ۸۱۹۰) پر بیان کی ہے اور مصنف نے غالباً وہیں سے نقل کی ہے۔

(۴۹) اس کی سند صحیح ہے۔

اسے ابن خزیمہ (۴۹۰) اور ابن حبان (موارد: ۴۵۷، الاحسان: ۱۷۸۶) نے محمد بن یحیی سے روایت کیا ہے۔

باب (۱۷) اس دلیل کا ذکر کہ شروع نماز، رکوع اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرنا مصطفیٰ علیہ السلام کی سنت ہے

۵۰۔ عبداللہ (بن عمر رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:
میں نے دیکھا، رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں کندھوں تک رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان یہ عمل نہیں کرتے تھے۔

۵۱۔ نوفل بن فرات (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز (خلیفہ: رحمہ اللہ) سے نماز میں رفع یدین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے۔ سالم نے اپنے باپ سے (نہیں) یاد رکھا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ اس کے والد (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) نے نبی ﷺ سے یاد نہیں رکھا؟

۵۲۔ محمد بن عمرو بن عطاء القرشی (تابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے دس صحابہ میں ابوحمید الساعدی کو دیکھا (رضی اللہ عنہم اجمعین) انہوں نے انہیں کہا: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں حدیث نہ سنادوں؟ انہوں نے کہا: تم نہ ہم سے پہلے آپ (ﷺ) کے قدیم صحابی ہو اور نہ (ہم سے) زیادہ آپ کی اتباع کی ہے، انہوں نے کہا: میں تمہیں بتادوں، انہوں نے کہا: بتادو، انہوں نے فرمایا: میں نے دیکھا جب آپ (ﷺ) نماز کے شروع میں تکبیر کہتے (تو) رفع یدین کرتے۔ اور جب رکوع (کا ارادہ) کرتے رفع یدین کرتے۔ اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو رفع یدین کرتے۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے حتی کہ ہر عضو اپنی جگہ پر پہنچ جاتا۔ پھر سجدہ کے لئے جھکتے اور تکبیر کہتے۔

---

(۵۰) متفق علیہ ہے۔
اسے مسلم، کتاب الصلوۃ، باب استحباب رفع الیدین ح ۳۹۰
سے سفیان بن عیینہ سے اور بخاری، کتاب الأذان، باب رفع الیدین إذا کبر و إذا رکع و إذا رفع ح ۷۳۶ وغیرھما نے ابن شہاب الزھری کی سند سے روایت کیا ہے۔
(۵۱) حسن ہے۔
اسے باغندی نے مسند عمر بن عبدالعزیز (۱۰) میں عبداللہ بن محمد بن (أبی) أسامۃ (الحلبی) کی سند سے روایت کیا ہے۔ وہاں نوفل بن مساحق ہے جبکہ صحیح "نوفل بن فرات" ہے نوفل کو ابن حبان (الثقات ۷/۵۴۱، ۵۴۰) نے "ثقہ" کہا ہے ابن ابی أسامہ الحلبی اور عبداللہ بن محمد بن أسامہ الاسامی دو علیحدہ شخصیتیں ہیں۔ جزء رفع الیدین للبخاری (ق ۶) وتمھید (۹/۲۱۹) میں اس کا صحیح شاھد ہے۔
(۵۲) صحیح ہے۔
اسے ابوداود، کتاب الصلوۃ، باب افتتاح الصلوۃ ح ۷۳۰
ترمذی (۳۰۴) نسائی (۱۱۸۲) اور ابن ماجہ (۱۰۶۱) وغیرھم نے عبدالحمید بن جعفر سے بیان کیا ہے اسے ابن خزیمہ (۵۸۷) ترمذی، ابن ابی داود (۱۹۲) وغیرھم نے صحیح کہا ہے۔

۵۳۔ خباب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:
ہم نے (ظہر کی نماز کے سلسلے میں) رسول اللہ ﷺ کے سامنے گرمی کی شکایت کی تو آپ نے ہماری شکایت قبول نہیں فرمائی۔

۵۴۔ خباب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم نے اپنی پیشانیوں اور ہتھیلیوں کے بارے میں گرمی کی شدت کی شکایت کی تو آپ نے اسے قبول نہیں فرمایا: (یعنی گرمی میں ہی ظہر کی نماز پڑھتے رہے)

باب (۱۸) رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد نمازی کیا کہے اور نماز کی (مختلف) حالتوں کا ذکر

۵۵۔ ابو مسعود (عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز میں رکوع اور سجدے سے (اُٹھتے وقت) اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

۵۶۔ ابو سعید (الخدری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد (درج ذیل الفاظ) فرماتے تھے:

"ربنا لک الحمد ملء السمٰوات وملء الارض وملء ماشئت من شیء بعد ، أھل الثناء والمجد ، احق ماقال العبد وکلنا لک عبد ، اللھم لا مانع لما أعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منک الجد"

---

(۵۳) اسے مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب تقدیم الظھر فی أول الوقت فی غیر شدۃ الحرح ۶۱۹ وغیرہ نے ابو اسحاق السبیعی سے روایت کیا ہے۔

(۵۴) صحیح ہے دیکھئے حدیث سابق: ۵۳
اسے ابو العباس محمد بن اسحاق الثقفی السراج نے اپنی سند میں روایت کیا ہے (ق ۹۰ ب ح ۱۰۱۰) مولف نے غالباً وہیں سے روایت کیا ہے۔

(۵۵) صحیح ہے۔
اسے أبوداود، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ من لایقیم صلبہ فی الرکوع والسجود ح ۸۵۵، ترمذی (۲۶۵) نسائی (۱/۶۱ ح ۲۶۵) وابن ماجہ (۸۷۰) وغیرھم نے سلیمان الاعمش سے روایت کیا ہے۔ اسے ترمذی، ابن خزیمہ (۶۶۲) اور ابن حبان (۱۸۸۹، ۱۸۹۰) وغیرھم نے صحیح کہا ہے۔

(۵۶) اسے مسلم، کتاب الصلوۃ، باب مایقول إذا رفع رأسہ من الرکوع ح ۴۷۷ نے امام دارمی السمرقندی سے بیان کیا ہے اور یہ روایت مسند الدارمی (۱/۳۰۱ ح ۱۳۱۹) میں ہے۔

۵۷۔ وائل بن حجر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا۔ آپ (جب) نماز میں داخل ہوئے تو آپ نے تکبیر کہی (اور رفع یدین کیا) ھمام (راویِ حدیث) نے کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اس حالت کو بیان کیا. (محمد بن یحيي الذهلي: راوی نے کہا: میں نے عفان (بن مسلم: راوی) سے پوچھا: کیا آپ نے پھر اوپر اپنی چادر لپیٹ لی؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، کہا: پھر اپنا دایاں ہاتھ بائیں (ہاتھ) پر رکھا۔ پھر جب رکوع کا ارادہ کیا تو چادر سے دونوں ہاتھ نکال کر رفع یدین کیا پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔ پھر جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو رفع یدین کیا۔ پھر جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔

۵۸۔ براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جب تو سجدہ کرے تو (زمین وغیرہ پر) اپنی دونوں ہتھیلیاں رکھ اور اپنی کہنیوں کو بلند کر،

۵۹۔ عبداللہ بن مالک (المشھور) ابن بحینہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کے درمیان (اتنی) کُشادگی فرماتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔

۶۰۔ ابوالجوزاء (تابعی) سے روایت ہے کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا:
رسول اللہ ﷺ نماز تکبیر سے اور قرأت: الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے جب آپ رکوع کرتے تو نہ اپنا سر بہت جھکا لیتے اور نہ بلند رکھتے۔ اور جب آپ رکوع سے سر اُٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ اور جب آپ سجدہ کرتے (پھر) سجدے سے سر اُٹھاتے تو سیدھے بیٹھنے کے علاوہ نہیں بیٹھتے تھے۔ شیطان کی طرح بیٹھنے سے آپ منع فرماتے تھے۔ آپ اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں کھڑا کرتے تھے۔ سجدے میں) کتے کی طرح بازو بچھانے کو آپ (سخت) ناپسند فرماتے تھے۔ آپ اپنی نماز سلام سے ختم فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ: ہر دو رکعتوں میں تشہد ہے۔

....

(۵۷) اسے مسلم، كتاب الصلوة، باب وضع يده اليمنىٰ على اليسرى ح۴۰۱ نے عفان سے بیان کیا ہے۔

(۵۸) اسے مسلم، كتاب الصلوة، باب الاعتدال فى السجود ح۴۹۵ نے عبید اللہ بن ایاد سے روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ابن خزیمہ (۱/۳۲۹ ح۶۵۶) میں موجود ہے۔

(۵۹) اسے بخاری، كتاب المناقب، باب صفة النبى ﷺ ح۳۵۶۴ و مسلم، كتاب الصلوة، باب مايجمع صفة الصلوة ومايفتتح به، ح۴۹۵ نے قتیبۃ سے بیان کیا ہے اور یہ مسند السراج الثقفی (قلمی ۴۱ ا) میں اسی سند و متن سے موجود ہے۔

(۶۰) اسے مسلم، كتاب الصلوة، باب ما يجمع صفة الصلوة وما يفتتح به ح۴۹۸ نے اسحاق بن راھویہ سے بیان کیا ہے اور یہ ابن راھویہ کی مسند (قلمی ۲۱۴ ب) میں موجود ہے۔

باب (۱۹) تشہد اور اس کے بارے میں وارد شدہ مختلف الفاظ کا ذکر

٦١۔ عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف اپنا چہرہ کر کے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی نماز میں (تشہد کے لئے) بیٹھ جائے تو (یہ الفاظ) کہے:

التحيات لله والصلوات والطيبات ، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته ، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين ۔

کیونکہ وہ یہ (کلمات) کہہ دیتا ہے تو (ان کا ثواب) آسمان وزمین میں ہر نیک آدمی کو پہنچ جاتا ہے۔

أشهد أن لااله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله ۔

٦٢۔ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم تشہد کے فرض ہونے سے پہلے نماز میں کہا کرتے تھے: **السلام على الله ، السلام على جبريل وميكائيل** ، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایسا نہ کہو کیونکہ بے شک اللہ ہی سلام ہے۔ لیکن (یہ) کہو:

التحيات لله والصلوات والطيبات ، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته ، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين ، اشهد ان لااله الا الله ، واشهد ان محمداً عبده ورسوله ۔

٦٣۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد اس طرح سکھاتے تھے جس طرح آپ ہمیں قرآن سکھاتے۔ آپ فرماتے تھے:

التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله ، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته ، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين ، أشهد ان لااله الا الله وأشهد ان محمداً عبده ورسوله

....

(٦١) صحیح ہے۔

محمد بن سفیان المصیصی کا ذکر الانساب للسمعانی (۳۱۷/۵) میں بدون جرح وتعدیل موجود ہے تاہم یہ روایت صحیح بخاری (۸۳۱، ۶۲۳۰) وصحیح مسلم (۴۰۲) وغیرہما میں اعمش کی سند کے ساتھ اسی مفہوم میں موجود ہے۔

(٦٢) حسن ہے۔

اسے نسائی، کتاب السہو، باب ایجاب التشہد ح ۱۲۷۸ وغیرہ نے سفیان بن عیینہ کی سند سے روایت کیا ہے، صحیح ابن حبان (الاحسان: ۱۹۴۶) میں اس کا ایک شاہد بھی ہے۔

(٦٣) اسے مسلم، کتاب الصلوۃ، باب التشہد فی الصلوۃ ح ۴۰۳ وغیرہ نے لیث بن سعد سے روایت کیا ہے۔

۶۴۔ ابو مسعود عقبہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ ہم وہاں موجود تھے، اُس نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ پر (نماز) میں سلام (پڑھنا) تو ہم نے جان لیا ہے۔ جب ہم نماز پڑھیں تو آپ پر درود کس طرح پڑھنا چاہئے؟ اللہ آپ پر درود بھیجے۔

آپ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہماری خواہش ہوئی کہ کاش اس شخص نے سوال (ہی) نہ کیا ہوتا۔ پھر آپ نے فرمایا:

جب تم (نماز میں) مجھ پر درود پڑھو تو (یہ) کہو:

اللھم صل علی محمد النبي الأمي وعلی آل محمد كما صليت علی ابراهيم وآل ابراهيم إنك حميد مجيد۔

باب (۲۰) اس دلیل کا ذکر کہ (آخری) تشہد میں (محمد) مصطفیٰ ﷺ پر درود پڑھنا فرض ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی

۶۵۔ فضالہ بن عبید الانصاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے دیکھا۔ ایک شخص نے نماز پڑھی۔ اس نے نہ حمد و تمجید پڑھی اور نہ نبی ﷺ پر درود پڑھا اور نماز سے فارغ ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے (بڑی) جلدی کی۔ پھر اسے بلایا، اسے اور دوسرے (لوگوں) کو فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو مجد و ثناء سے اس کی ابتداء کرے اور نبی ﷺ پر درود پڑھے پھر جو چاہے دعا مانگ لے۔

۶۶۔ جابر بن عبداللہ (الانصاری رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ: اگر میں کوئی ایسی نماز پڑھوں جس میں نبی ﷺ پر درود نہ پڑھوں تو میں یہ نماز دوبارہ پڑھوں گا۔

---

(۶۴) اس کی سند حسن ہے۔

اسے ابوداود، ح ۹۸۱ وغیرہ نے محمد بن اسحاق بن یسار سے بیان کیا ہے، اسے دارقطنی (۳۵۴/۱، ۳۵۵) نے ''اسنادہ حسن متصل'' اور حاکم (۲۶۸/۱) وذھبی نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

یہ روایت صحیح ابن خزیمہ (۳۵۲/۱ ح ۷۱۱) میں بھی موجود ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم (۴۰۵) میں ہے۔

(۶۵) اس کی سند صحیح ہے۔

اسے ابوداود ح ۱۴۸۱ ترمذی (۳۴۷۶) ونسائی (۱۲۸۵) وغیرھم نے ابوھانی کی سند سے بیان کیا ہے اور ترمذی، حاکم (۲۳۰/۱) وذھبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ یہ روایت مؤلف کے استاد امام ابن خزیمہ کی صحیح میں موجود ہے (۳۵۱/۱ ح ۷۱۰)

(۶۶) یہ سند موضوع ہے۔

جابر الجعفی ضعیف رافضی ہے (تقریب وغیرہ) اور عمرو بن شمر متروک الحدیث ہے (میزان الاعتدال ۲۶۵/۳) وغیرہ، ابن حبان نے کہا: وہ رافضی تھا۔ صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو گالیاں دیتا تھا اور ثقہ راویوں سے موضوع (من گھڑت) حدیثیں بیان کرتا تھا۔

٦٧۔ ابومسعود (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ: اس آدمی کی نماز مکمل نہیں ہوتی جو نبی ﷺ پر درود نہ پڑھے۔

باب (۲۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی کیفیت

٦٨۔ ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے (رسول اللہ ﷺ سے) پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں؟

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہو

اللهم صل على محمد وأزواجه وذريته كماصليت على إبراهيم وبارك على محمد وأزواجه وذريته كما باركت على إبراهيم انك حميد مجيد۔

باب (۲۲) نماز کی کیفیت

٦٩۔ محمد بن عمرو بن عطاء (تابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا تو ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی نماز کو تم میں سے سب سے زیادہ یاد رکھنے والا میں ہوں۔ میں نے دیکھا۔ آپ جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں کندھوں کے برابر کرتے اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر مضبوطی سے رکھتے۔ پھر پیٹھ کو جھکا لیتے۔ پھر جب سر اُٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہوجاتے حتیٰ کہ ہڈی اپنی جگہ پہنچ جاتی۔ پھر جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں کو نہ (زیادہ) پھیلاتے اور نہ سکیڑ لیتے۔ آپ اپنے (پاؤں کی) انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف رکھتے۔ آپ جب دو رکعتوں میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو بایاں (پاؤں) آگے کر کے سرین پر بیٹھ جاتے (یعنی تورک کرتے تھے)

....

(٦٧) اس کی سند سخت ضعیف ہے۔
شریک القاضی سے نیچے کے راوی کا تعین معلوم نہیں۔ الشیخ عبدالعزیز بن محمد السد حاں حفظہ اللہ کا خیال ہے کہ وہ محمد بن عبدالرحمن بن غزوان ہے جس کے بارے میں دارقطنی نے گواھی دی ہے کہ وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ اگر یہ خیال صحیح ہے تو یہ سند موضوع ہے۔

(٦٨) اسے بخاری، احادیث الانبیاء، **باب بعد باب یزفون** ح ۳۳۶۹ و ۶۳٦۰ مسلم، **کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبي ﷺ بعد التشهد** ح ۴۰۷ وغیرھما نے امام مالک سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث الموطا (۱/۱۶۵) میں موجود ہے۔

(٦٩) اسے بخاری، **کتاب الاذان، باب سنة الجلوس فی التشهد** ح ۸۲۸ نے لیث بن سعد سے بیان کیا ہے اور یہ روایت صحیح ابن خزیمہ (۱/۳۲۴ ح ۶۴۳) میں موجود ہے۔

☆☆☆

۷۰۔ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ جب تشہد کے لئے بیٹھتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے تھے۔ آپ ترپن (۵۳) کا عدد بنا لیتے پھر دعا کرتے تھے۔

باب (۲۳) نماز میں سلام کی کیفیت کا ذکر

۷۱۔ سعد (بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دائیں طرف سلام پھیرتے تو آپ کے رُخسار کی سفیدی نظر آجاتی پھر بائیں طرف سلام پھیرتے تو آپ کے رخسار کی سفیدی (ہمیں) نظر آجاتی۔

۷۲۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب سلام پھیرتے تو (اس کے بعد) کہتے:

اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذالجلال والاكرام

۷۳۔ مغیرہ (بن شعبہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں سلام پھیر دیتے تو فرماتے:

لا اله الا الله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قديراللهم لامانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذالجد منك الجد

باب (۲۴) اس دعاء کا ذکر جسے آدمی نماز کے آخر میں (سلام کے بعد) پڑھتا ہے

۷۴۔ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس فقیر لوگوں نے آکر کہا: اے اللہ کے رسول! امیر لوگ تو (اپنے) مالوں (کی خیرات) کی وجہ سے اعلیٰ درجات اور قائم ودائم نعمتوں کے مستحق بن گئے۔ جس طرح ہم نمازیں پڑھتے ہیں وہ (بھی) پڑھتے ہیں۔ جس طرح ہم روزیں رکھتے ہیں وہ (بھی) رکھتے ہیں (مگر) ان کے پاس وافر مال ہے جس سے وہ حج وعمرے کرتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں اور صدقے دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتا دوں؟ اگر تم اس پر عمل کرو تو سابقین کے درجوں کو پہنچ جاؤ اور تمہارے بعد کوئی بھی تمہارے مقام کو نہ پہنچ سکے۔ اور تم اپنے زمانے کے ہر شخص سے بہتر ہو جاؤ سوائے اس کے جو تمہارے جیسا عمل کرے۔ ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) تینتیس (۳۳) دفعہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر کہو۔

---

(۷۰) اسے مسلم، کتاب المساجد، باب صفۃ الجلوس فی الصلوۃ ح ۵۸۰ نے حماد بن سلمۃ کی سند سے بیان کیا ہے۔

(۷۱) اسے مسلم، کتاب المساجد، باب السلام للتحلیل من الصلوۃ عند فراغھا وکیفیتہ ح ۵۸۲ نے عبداللہ بن جعفر بن عبدالرحمٰن بن المسور بن مخرمہ الزھری سے روایت کیا ہے۔

(۷۲) اسے مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ وبیان صفتہ ح ۵۹۲ وغیرہ نے عاصم الاحول (وغیرہ) سے بیان کیا ہے۔

(۷۳) اسے مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ ح ۵۹۳ نے ابو کریب (وغیرہ) سے اور بخاری (۸۴۴) نے منصور کی سند سے بیان کیا ہے۔

(راوی نے) کہا ہمارے درمیان اختلاف ہو گیا تو بعض نے کہا کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ تینتیس (۳۳) تینتیس (۳۳) دفعہ کہیں گے اور اللہ اکبر چونتیس دفعہ کہیں گے۔

(ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے) کہا: میں آپ کے پاس گیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر، ہر ایک کو تینتیس (۳۳) تینتیس (۳۳) دفعہ کہو

۷۵۔ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ ہی) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) تینتیس (۳۳) دفعہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر کہے۔ اور (آخر میں) **لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر** کہہ کر سو کا عدد پورا کر دے تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اگر یہ (گناہ) سمندر کی جھاگ کی طرح (بہت زیادہ) ہوں۔

باب (۲۵) اس کا ذکر کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت کیا کہنا چاہیے

۷۶۔ ابو اسید الساعدی یا ابو حمید (الساعدی رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو سلام کہے اور **اللهم افتح لي أبواب رحمتك** پڑھے۔

اور جب نکلے تو کہے "**اللهم إني أسئلك من فضلك**"

باب (۲۶) نماز میں دو سجدوں کے درمیان، نمازی جو پڑھتا ہے اس کا ذکر

۷۷۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ دو سجدوں کے درمیان (یہ الفاظ) فرماتے تھے:

اللهم اغفرلي وارحمني واجبرني وعافني واهدني وارزقني

---

(۷۴) اسے بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلوۃ ح ۸۴۳ و مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ ح ۵۹۵ نے معتمر بن سلیمان التیمی سے بیان کیا ہے۔

(۷۵) صحیح ہے۔

اسے ابو عوانہ (۲/۲۴۷) و ابن حبان (الاحسان ۲۰۱۰) نے یحیٰی بن صالح سے بیان کیا ہے۔ دوسرے راویوں نے اسے امام مالک سے موقوفاً روایت کیا ہے دیکھئے السنن الکبریٰ للنسائی (۹۹۷۰ و عمل الیوم واللیلۃ ح ۱۴۲) وغیرہ، لیکن صحیح مسلم (۵۹۷) میں اس کا ایک شاھد بھی ہے۔ والحمد للہ

(۷۶) اسے مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب مایقول إذا دخل المسجد ح ۷۱۳ نے بشر بن المفضل سے بیان کیا ہے۔

(۷۷) حسن ہے۔

اسے ابو داود، ح ۸۵۰ و ترمذی (۲۸۴) وغیرہ نے زید بن الحباب سے بیان کیا ہے اور حاکم (۲۶۲/۱، ۲۷۱) و ذھبی نے صحیح قرار دیا ہے، امام ترمذی اسے "غریب" کہتے ہیں۔ اس کی سند حبیب بن ابی ثابت کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن صحیح مسلم (۲۶۹۷) میں اس ایک معنوی شاھد ہے جس کی وجہ سے یہ روایت حسن ہے۔ دو سجدوں کے درمیان "رب اغفرلي رب اغفرلي" والی دعا صحیح ثابت ہے دیکھئے المجتبیٰ للنسائی (۱۰۷۰، ۱۱۴۶) و مسند الطیالسی (۴۱۶)

۷۸۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہما ہی) سے روایت ہے کہ

میں (ایک رات) اپنی خالہ میمونہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں (گھر میں) سویا۔ پس نبی ﷺ اپنی نیند سے، گھبرائے ہوئے اُٹھے پھر آپ نے مسواک کی۔ (راوی نے) حدیث بیان کی اور اس میں کہا: اور جب آپ نے دوسجدوں سے سر اُٹھایا یا سجدوں کے درمیان، تو یہ (دعا) پڑھی: **رب اغفرلي وارحمني واجبرني وارفعني وارزقني واهدني** ، پھر آپ نے سجدہ کیا

۷۹۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ہاں (میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں) سویا۔ آپ نے صبح کی دورکعتیں پڑھیں اور نماز کے لئے یہ فرماتے ہوئے تشریف لے گئے۔

"اللهم اجعل في قلبي نوراً ......اللهم واعظم لي نوراً"

پھر بلال (رضی اللہ عنہ) نے اقامت کہی تو آپ نے نماز پڑھائی۔

باب (۲۸) نمازی نماز میں فارغ ہونے کے بعد کونسی دعاء پڑھے

۸۰۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ فرماتے سنا،

"اللهم أسئلك رحمة من عندك....سبحان ذي الجلال والاكرام"

باب (۲۸) (تشہد میں) دعاء کی کیفیت

۸۱۔ عبداللہ بن الزبیر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ: جب رسول اللہ ﷺ نماز میں دعا (یعنی تشہد) کے لئے بیٹھتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کرتے۔ اور انگوٹھے کو دائیں انگلی پر رکھتے۔ اور بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھتے اور بائیں ہتھیلی سے بائیں ران کو پکڑ لیتے۔

....

(۷۸) حسن ہے۔ دیکھئے سابق حدیث: ۷۷

(۷۹) اسے مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب الدعاء فی الصلوۃ الیل وقیامہ ح ۷۶۳/ ۱۹۱ نے حصین بن عبدالرحمٰن سے بیان کیا ہے۔ بخاری (۶۳۱۶) و مسلم کے ہاں اس کی بہت سی سندیں ہیں۔

(۸۰) ضعیف ہے۔

اسے ترمذی، کتاب الدعوات، باب منہ: ۳۰ ح ۳۴۱۹ نے محمد بن عمران کی سند سے روایت کر کے "غریب" کہا ہے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے (فیض الباری ۳/ ۱۶۸) المجروحین لابن حبان (۲۳۰/۱، ۲۳۱) میں اس کا ایک مردود متابع اور الاسماء والصفات للبیہقی (ص ۲۰۴ وفی نسخۃ آخری ص ۱۶۰) میں مردود شاھد ہے۔

(۸۱) اسے مسلم، کتاب المساجد، باب صفۃ الجلوس فی الصلوۃ ح ۵۷۹ نے ابو خالد الاحمر سے روایت کیا ہے۔

باب(۲۹) قرآنی سجدوں میں آدمی کیا پڑھے؟

۸۲۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے اپنے سجدے میں (درج ذیل) دعاء پڑھی:

سجد وجھی للذی خلقه وشق سمعه وبصره بحوله وقدرته

۸۳۔ عائشہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رات (کی نماز) میں قرآن (کی تلاوت) کے سجدوں میں (یہ) دعاء پڑھتے تھے:

سجد وجھی للذی خلقه وشق سمعه وبصره

۸۴۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کے پاس آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے ایسا (منظر) دیکھا ہے جیسا کہ سونے والا نیند میں دیکھتا ہے۔ گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں۔ میں نے سجدے والی آیت پڑھ کر سجدہ کیا تو میرے ساتھ درخت نے بھی سجدہ کیا۔ میں نے اسے سجدے میں یہ دعا پڑھتے سنا:

اللھم اکتب لي بھا عندك أجراً واجعلھا لي عندك ذخراً وضع عني بھا وزراً واقبلھا کما قبلت من عبدك داود

ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے دیکھا، نبی ﷺ کھڑے ہوگئے آپ نے سجدے والی آیت پڑھ کر سجدہ کیا۔ اور آپ سجدے میں یہی دعا پڑھ رہے تھے جسے اس آدمی نے بیان کیا تھا۔

....

(۸۲) ضعیف ہے۔

اسے ترمذی، کتاب الجمعة، باب ماجاء مایقول فی سجود القرآن ح۵۸۰ ونسائی (۱۱۳۰) نے عبدالوہاب الثقفی سے بیان کیا ہے اور ترمذی، حاکم (۲۲۰/۱) وذھبی نے صحیح قرار دیا ہے ابوداود کی روایت (۱۴۱۴) کی وجہ سے سند معلول یعنی ضعیف ہے۔ لیکن اس کی اصل، مطلق سجود کے ساتھ صحیح مسلم (۷۷۱) میں موجود ہے۔

(۸۳) ضعیف ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۸۲

(۸۴) حسن ہے۔

اسے ترمذی، کتاب الجمعة، باب ماجاء مایقول فی سجود القرآن ح۵۷۹ و۳۴۲۴، ابن ماجہ (۱۰۵۳) وغیرہ نے محمد بن یزید سے روایت کیا ہے، ترمذی نے اسے غریب کہا اور ابن خزیمہ (۲۸۲/۱، ۲۸۳) حاکم (۲۱۹/۱، ۲۲۰) وذھبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ راجح یہی ہے کہ یہ سند حسن ہے۔

☆☆☆

....

باب (۳۰) اس دلیل کا تذکرہ کہ نبی ﷺ پر تشہد میں درود فرض ولازمی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اس وقت تک نماز قبول نہیں کرتا جب تک وہ اللہ کے نبی ﷺ پر درود نہ پڑھ لے

۸۵۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ: اللہ تعالیٰ وضوء اور مجھ پر درود کے بغیر (والی) کوئی نماز قبول نہیں کرتا۔

۸۶۔ علی (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ:

اس وقت تک دعا آسمان پر جانے سے رکی رہتی ہے جب تک محمد ﷺ پر درود نہ پڑھ لیا جائے۔

آخر الجزء والحمد لله

....

(۸۵) اس کی سند موضوع ہے۔ عمرو بن شمر کا ذکر گزر چکا ہے ح ۱۶۶ اسے دارقطنی (۱/۳۵۵) نے عمرو بن شمر سے بیان کیا ہے۔

(۸۶) اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے الشجری نے کتاب الامالی (۱/۲۲۲) میں عبید اللہ بن محمد بن عائشہ سے بیان کیا۔ اسماعیل البجلی اور عبد الکریم الخزاز دونوں ضعیف ہیں دیکھئے لسان المیزان (۱/۴۷۷، ۴/۶۳) وغیرہ

شیخ عبد العزیز بن محمد اسد خان حفظہ اللہ نے اس کی شواھد ذکر کر کے حسن قرار دیا ہے۔

☆☆☆

توضیح الاحکام

حافظ زبیر علی زئی

سوال وجواب

سوال: ایک ہی چیز کی نقد اور ادھار علیحدہ علیحدہ قیمتیں متعین کی جاسکتی ہیں۔ (محمد صدیق تلیاں، سمندر کھٹہ ایبٹ آباد)

جواب: راقم الحروف کے نزدیک نقد اور ادھار میں فرق کرنا سود اور ناجائز ہے، دیکھئے شہادت جولائی ۲۰۰۳ء وشہادت ج ۶ شمارہ ۵ ص ۳۰ مئی ۱۹۹۹ء

بعض علماء اسے جائز سمجھتے ہیں جبکہ صحیح یہی ہے کہ یہ بیع ناجائز وسود ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" أخبرنا أبو عبدا لله الحافظ و أبو سعيد بن أبي عمرو قالا ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا ابراهيم بن منقذ حدثني ادريس بن يحيى عبد الله بن عياش قال حدثني يزيد بن أبي حبيب عن أبي مرزوق التجيبي عن فضاله بن عبيد صاحب النبي ﷺ انه قال: كل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الرباء موقوف "(۳۵۰/۵)

''ہر قرض جو نفع کھینچے وہ سود کی وجوہ میں سے ایک وجہ (قسم) ہے۔ یہ روایت موقوف ہے''

اس روایت کی سند صحیح ہے دیکھئے بلوغ المرام بتحقیقی ح ۷۲۶ ب وأخطا من ضعفه۔

سوال: سودی معاملات کنندگان سے تعلقات، لین دین اور دعوت وقبول دعوت از روئے شریعت کیسے ہیں؟

جواب: سودی معاملات کرنے والا فاسق وفاجر ہے۔ اگر کوئی دنیوی نفع ہو تو ایسے شخص سے تعلقات، لین دین اور قبول دعوت میں اجتناب کیا جاسکتا ہے اور اگر کوئی دینی نفع ہو تو تعلقات، لین دین کیے جاسکتے ہیں اور دعوت بھی قبول کی جاسکتی ہے۔

دعوت قبول کرنے کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کی دعوت قبول فرمائی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ سودی لین دین یہودیوں کا وطیرہ ہے۔ یہودیوں کا حلال کھانا ہمارے لیے بنص قرآنی حلال ہے۔ نیز دیکھئے مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۵۱ ح ۱۴۶۸۱ اقول الحسن البصری، باب طعام الامراء واکل الرباء۔ وغیرہ۔

تاہم اگر خاص: کھانے کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ یہ خالصتہً سودی مال سے پکا ہوا یا خریدا ہوا ہے تو یہ کھانا نہیں کھانا چاہئے۔

سوال: انعقاد نکاح کے اختتام پر ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز اس موقع پر مسنون دعا کون سی ہے؟

جواب: انعقاد نکاح کے اختتام پر مروجہ دعا کی کوئی دلیل مجھے معلوم نہیں ہے۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے

جب نکاح کیا تو معلوم ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" بارک اللہ لک .. الخ" صحیح البخاری کتاب النکاح، باب کیف یدعی للتزوج، ح ۵۱۵۵ واللفظ لہ، صحیح مسلم کتاب النکاح، باب الصداق ح ۷۹/۱۴۲۷ وترقیم دارالسلام ۳۴۹۰)

اسی مفہوم کی اور دعائیں بھی ہیں مثلاً:

" بارک اللہ لک وبارک علیک وجمع بینکما فی خیر"

(ابوداؤد، کتاب النکاح، باب مایقال للمتزوج ح ۲۱۳۰ واللفظ لہ، الترمذی ح ۱۰۹۱ وقال: حدیث حسن صحیح، وابن ماجہ ح ۱۹۰۵ وصححہ ابن حبان والحاکم ووافقہ الذہبی)

سوال: کیا شلوار (چادر وغیرہ) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ اس کی تو مجھے دلیل معلوم نہیں، لیکن میری تحقیق میں وہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے جس میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو (دوبارہ) وضو کرنے کا حکم دیا جس کا ازار ٹخنوں کے نیچے لٹکا ہوا تھا۔ دیکھئے سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ، باب الاسبال فی الصلوۃ ح ۶۳۸ (وغیرہ)

اس روایت کا ایک راوی ابوجعفر المؤذن ہے، جسے بعض محدثین مجہول یعنی مجہول الحال قرار دیتے ہیں جبکہ درج ذیل محدثین نے اسے ثقہ، صحیح الحدیث یا حسن الحدیث قرار دیا ہے۔

ا۔ ابن حبان، انظر موارد الظمان: ۲۴۰۶۔

ب۔ الترمذی: حسن لہ، ۳۴۴۸۔

ج۔ النووی، صحح لہ فی ریاض الصالحین

د۔ ابن حجر قواہ فی تخریج الاذکار

ہ۔ روی عنہ یحیی بن ابی کثیر وھو لایحدث الا عن ثقۃ عند ابی حاتم الرازی۔

اتنی توثیق کے بعد بھی اس راوی کو مجہول کہنا غلط ہے۔ لہذا یہ روایت حسن ہے۔

سوال: قرأت سے قبل (نماز میں یا غیر نماز میں) مسنون تعوذ کے الفاظ کون سے ہیں؟ کیا صرف " اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم " اس موقع پر کافی ومسنون ہے؟

جواب: قرأت سے قبل ایک مسنون تعوذ درج ذیل ہے:

" اعوذباللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ھمزہ ونفخہ ونفثہ " (ابوداؤد ح ۷۷۵ ونماز نبوی ص ۱۴۷)

درج ذیل تعوذ بھی ثابت اور مسنون ہے:

" اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم " (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۶ ح ۲۵۸۹ وفی نسخۃ اخری ح ۲۵۹۱ و تسھیل الوصول الی تخریج صلوۃ الرسول ص ۲۰۶ حاشیہ نمبر ۲۹۹ وسندہ حسن لذاتہ)

دونوں طریقوں میں سے جس طرح بھی پڑھ لیں جائز ہے۔

سوال: باجماعت نماز میں بعد از تکبیر تحریمہ تا قبل از سلام شامل ہونے والا مقتدی کس کیفیت سے شامل جماعت ہوگا؟ تکبیر کہہ کر رفع الیدین کرکے، ہاتھ باندھ کر، قیام کی سی صورت اختیار کرتے ہوئے امام کی پیروی کرے گا مثلاً اس وقت امام:

(ا) بہ حالت قیام ہو

(ب) بہ حالت غیر قیام (رکوع یا سجدہ یا تشہد میں) ہو۔ یا پھر دائریکٹ طریقے سے امام کی حالت کی پیروی کرے گا؟

جواب: مسبوق درج ذیل کام کرے گا۔

(ا) تکبیر تحریمہ کہے گا۔

(ب) اگر حالت قیام قبل از رکوع ہو تو سینے پر ہاتھ باندھ کر سورہ فاتحہ سرا یعنی خفیہ آواز سے دل میں پڑھے گا۔

(ج) اگر امام رکوع یا سجدے وغیرہ میں ہے تو اسی حالت میں شامل ہو جانا چاہئے ہاتھ باندھ کر قیام کرنے کا کوئی ثبوت نہیں " الامام ضامن فما صنع فاصنعوا "

امام ضامن ہے جیسے وہ کرے اسی طرح کرو۔ (سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۳۲۲ ح ۱۲۱۴)

اس کے راوی محمد بن کلیب بن جابر کے بارے میں ابوزرعہ الرازی نے کہا: ثقہ (الجرح والتعدیل ۶۸/۸) حافظ ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا (ج ۵ ص ۳۶۲)

دوسرا راوی موسیٰ بن شیبہ بن عمرو بن عبداللہ ہے جس کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ نے کہا:

" احادیثہ مناکیر " ابوحاتم الرازی نے کہا: صالح الحدیث (الجرح والتعدیل ۱۴۷/۸)

ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا (۱۵۸/۹)

معلوم ہوا کہ راوی حسن الحدیث ہے اسے لین الحدیث کہنا صحیح نہیں ہے۔ باقی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں لہذا یہ سند حسن ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایات اس کی موید ہیں۔

فائدہ ۱: ابوحاتم الرازی نے یہ حدیث بیان کرکے فرمایا:

" ھذا تصحیح لمن قال بالقراءۃ خلف الامام " (الدارقطنی حوالہ مذکور)

" جو شخص قرأت خلف الامام کا قائل ہے یہ حدیث اسے صحیح قرار دیتی ہے۔

معلوم ہوا کہ ابوحاتم الرازی اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں اس لیے اس سے " تصحیح " والا استدلال کر رہے ہیں۔

فائدہ نمبر ۲: اگر امام کتاب وسنت کے خلاف کوئی کام کرے مثلاً ترک رفع یدین، وارسال الیدین قبل الرکوع وغیرہ تو اس کی اس میں پیروی قطعاً نہیں کرنی چاہئے جیسا کہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ اللہ وغیرہ دلائل سے ثابت ہے۔

سوال: وضو کے بعد یہ دعا پڑھی جاتی ہے " **اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین** " امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے مضطرب فرمایا ہے لیکن بعض علماء کے بقول یہ روایت اپنے متابعات (یا شواہد) کی بنا پر مقبول ہے۔ اس پر کچھ روشنی ڈالیں۔ (ابوحمید الساعدی الرفیقی۔ لاہور)

جواب: دعاء الوضوء کے مذکورہ بالا الفاظ سنن ترمذی (حدیث ۵۵) میں ہیں۔ یہ روایت انقطاع وغیرہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ المعجم الاوسط للطبرانی اور المعجم الکبیر میں اس کا ایک ضعیف شاہد بھی ہے۔ دیکھئے مجمع الزوائدج اص ۲۳۹) اس روایت پر تفصیلی تحقیق کے لئے دیکھئے سنن ترمذی ج ۱ص ۷۷ تا ۸۳ بتحقیق الاستاد احمد محمد شاکر رحمۃ اللہ۔

سوال: کیا کوئی ایسی حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہو: اللہ تعالیٰ کسی چیز میں نہیں سما سکتا سوائے مومن کے دل کے"

(ابوحمید الساعدی۔ لاہور)

جواب: تلاش بسیار کے باوجود مجھے یہ روایت، حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملی۔ اسماعیل بن محمد العاجلونی الجراحی (متوفی ۱۱۶۲ھ) کی کتاب " **کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتھر من الاحادیث علی السنۃ الناس** " (ج ۲ص ۱۹۵ ح ۲۲۰۶) پر اس مفہوم کی بعض مرویات کا تذکرہ موجود ہے۔ صاحب کتاب نے امام عراقی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ یہ روایت بے اصل ہے۔ نیز دیکھئے "ضعیف اور موضوع روایات" ج اص ۷۷ مصنف: مولنا محمد یحیی گوندلوی حفظہ اللہ۔

سوال: ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ کر جنت میں جانے والی حدیث کی سند درست ہے؟

جواب: امام نسائی کی السنن الکبری (ح ۹۹۲۸) اور عمل الیوم واللیلۃ (۱۰۰) میں حدیث ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **من قرأ آیۃ الکرسی فی دبر کل صلوۃ مکتوبۃ لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا ان یموت۔**

جو شخص ہر فرض نماز کے آخر میں (یعنی بعد میں) آیت الکرسی پڑھتا ہے تو اسے جنت میں داخلہ سے موت کے سوا کوئی چیز نہیں روکتی (ص ۱۸۳)

اس کی سند حسن ہے اسے ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ (الترغیب والترھیب للمنذری ج ۲ص ۴۵۳)

سوال: امام مہدی کب آئیں گے اور ان کے اوصاف کیا ہوں گے نیز اہلحدیث کا امام مہدی کے بارے میں کیا مسلک ہے۔ (عطاء اللہ مکوانی تھرپارکر)

جواب: امام مہدی قیامت سے پہلے نزول عیسی سے کچھ پہلے خلیفۃ المسلمین بنیں گے ان کا نام محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا فاطمہ بنت محمد ﷺ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ تفصیل کے لیے حافظ ابن کثیر کی کتاب النھایہ فی الفتن والملاحم کا مطالعہ کریں۔

دین میں تقلید کا مسئلہ

حافظ زبیر علی زئی

قسط دوم:

تقلید کی دو قسمیں مشہور ہیں:

ا:تقلید غیر شخصی (تقلید مطلق)

اس میں تقلید کرنے والا (مقلد) بغیر کسی تعین و تخصیص کے غیر نبی کی بے دلیل بات کو آنکھیں بند کرنے، بے سوچے سمجھے مانتا ہے۔

تنبیہ: جاہل کا عالم سے مسئلہ پوچھنا بالکل حق اور صحیح ہے، یہ تقلید نہیں کہلاتا جیسا کہ گزشتہ صفحات پر باحوالہ گزر چکا ہے۔ بعض لوگ غلطی اور غلط فہمی کی وجہ سے اسے تقلید کہتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ ایک جاہل جب قاری چن محمد دیوبندی صاحب یا اظہر محمود اظہری بریلوی صاحب سے مسئلہ پوچھ کر عمل کرتا ہے تو کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ یہ شخص قاری چن محمد کا مقلد (چن محمدی) یا اظہر محمود صاحب کا مقلد (اظہر محمودی) ہے۔

۲:تقلید شخصی:

اس میں تقلید کرنے والا (مقلد) تعین و تخصیص کے ساتھ، نبی ﷺ کے علاوہ، کسی ایک شخص کی ہر بات (قول و فعل) کو آنکھیں بند کر کے، بے سوچے سمجھے، اندھا دھند مانتا ہے۔

تقلید شخصی کی دو قسمیں ہیں:

اول: ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی زندہ یا مردہ خاص شخص کی تقلید شخصی کرنا۔

دوم: ائمہ اربعہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد) میں سے صرف ایک امام کی تقلید شخصی، یعنی بے سوچے سمجھے، اندھا دھند، آنکھیں بند کر کے ہر بات (قول و فعل) کی تقلید کرنا۔

اس دوسری قسم کی آگے دو قسمیں ہیں:

(ا) یہ دعوی کرنا کہ ہم قرآن وحدیث و اجماع و اجتہاد مانتے ہیں، مسائل منصوصہ میں تقلید نہیں کرتے ہم صرف مسائل اجتہادیہ میں امام ابوحنیفہ اور حنفی مفتی بھا مسائل کی تقلید کرتے ہیں۔ اگر قرآن وحدیث کے خلاف امام کی بات ہو تو ہم چھوڑ دیتے ہیں۔۔ الخ

یہ دعوی جدید دیوبندی و بریلوی مناظرین مثلاً یونس نعمانی وغیرہ کا ہے۔

(۲) تمام مسائل میں امام ابوحنیفہ اور حنفی مفتی بہا مسائل کی تقلید کرنا، چاہئے یہ مسائل قرآن وحدیث کے خلاف اور غیر ثابت بھی ہوں۔ مفتی بہ قول کے مقابلے میں کتاب وسنت واجماع کو رد کردینا۔

یہی وہ تقلید ہے جو موجودہ دیوبندی وبریلوی عوام وعلماء کی اکثریت کررہی ہے جیسا کہ آگے با حوالہ آرہا ہے۔

تقلید بلادلیل کی تمام قسمیں غلط و باطل ہیں لیکن تقلید کی یہ قسم انتہائی خطرناک اور گمراہی ہے۔ یہی وہ قسم ہے جس کی اہلِ حدیث وسلفی علماء وعوام سختی سے مخالفت کرتے ہیں۔

ہمارے استاد حافظ عبدالمنان نورپوری، اس تقلید کی تشریح درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

''تقلید یعنی کتاب وسنت کے منافی کسی قول وفعل کو قبول کرنا یا اس پر عمل پیرا ہونا''

(احکام ومسائل ص ۵۸۱)

اُصولِ فقہ کے ماہر حافظ ثناء اللہ الزاہدی صاحب لکھتے ہیں:

'' الالتزام بفقه معين من الفقهاء والجمود عليه بكل شدة وعصبية ، والاحتيال بتصحيح أخطاءه إن أمكن وإلا فالإصرار عليها ، مع التكلف بتضعيف ما صح من حيث الأدلة من رأى غيره من الفقهاء ''

یعنی فقہاء میں سے ایک متعین (خاص) فقیہ کی فقہ کا، ہر شدت وتعصب پر جمود کے ساتھ التزام کرنا، اور جتنا ممکن ہو، اس کی غلطیوں کی تصحیح کے لئے حیلے (اور چالیں) کرنا، اور اگر ممکن نہ ہو تو اسی پر اصرار کرنا، دوسرے فقہاء کی جو دلیلیں صحیح ثابت ہیں ان کی تضعیف کے لئے پورے تکلف کے ساتھ کوشاں رہنا۔

(تیسیر الأصول ص ۳۲۸، عربی عبارت کا مفہوم راقم الحروف کا ہے)

عین ممکن ہے کہ بعض دیوبندی وبریلوی حضرات اس ''تقلید شخصی'' کا انکار کردیں لہذا آپ کی خدمت میں چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

۱: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

'' إن المتبايعين بالخيار فى بيعهما مالم يتفرقا أو يكون البيع خياراً''

دکاندار اور گاہک کو اپنے سودے میں (واپسی کا) اختیار ہوتا ہے جب تک دونوں (بلحاظِ جسم) جدا نہ ہوجائیں یا (ایک دوسرے کو) اختیار (دینے) والا سودا ہو۔ (نافع کہتے ہیں کہ): ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی پسندیدہ چیز خریدنا چاہتے تو اپنے (بیچنے والے) ساتھی سے (بلحاظِ جسم) جدا ہوجاتے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کم یجوز الخیار ح ۲۱۰۷ وصحیح مسلم: ۱۵۳۱)

حنفی حضرات یہ مسئلہ نہیں مانتے جبکہ امام شافعی ومحدثین کرام ان صحیح احادیث کی وجہ سے اسی مسئلے کے قائل وفاعل ہیں۔

محمود الحسن دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

"یترجح مذهبه وقال: الحق والإنصاف ان الترجیح للشافعی فی هذه المسئلة ونحن مقلدون یجب علینا تقلید إمامنا أبی حنیفة والله أعلم"

یعنی: اس (امام شافعی) کا مذہب راجح ہے۔ اور (محمود الحسن نے) کہا: حق وانصاف یہ ہے کہ اس مسئلے میں (امام) شافعی کو ترجیح حاصل ہے اور ہم مقلد ہیں ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے، واللہ اعلم (التقریر للترمذی ص ۳۶)

غور کریں کس طرح حق وانصاف کر چھوڑ کر اپنے مزعوم امام کی تقلید کو سینے سے لگا لیا گیا ہے۔ یہی محمود الحسن صاحب صاف صاف اعلان کرتے ہیں کہ:

"لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے"

(ایضاح الادلہ ص ۲۷۶ سطر: ۱۹ مطبوعہ: مطبع قاسمی مدرسہ اسلامیہ دیوبند ۱۳۳۰ھ)

محمود الحسن دیوبندی صاحب مزید فرماتے ہیں:

"کیونکہ قولِ مجتہد بھی قول رسول اللہ ﷺ ہی شمار ہوتا ہے"

(تقاریر حضرت شیخ الھند ص ۲۴، الورد الشذی ص ۲)

جناب محمد حسین بٹالوی صاحب نے دیوبندیوں و بریلویوں سے تقلید شخصی کے وجوب کی دلیل مانگی تھی، اس کا جواب دیتے ہوئے محمود الحسن صاحب مطالبہ کرتے ہیں کہ:

"آپ ہم سے وجوبِ تقلید کی دلیل کے طالب ہیں۔ ہم آپ سے وجوبِ اتباع محمدی ﷺ و وجوبِ اتباع قرآنی کی سند کے طالب ہیں۔" (ادلہ کاملہ ص ۷۸)

۲: نبی ﷺ کے دور میں ایک عورت آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی تو اس کے خاوند نے اس عورت کو قتل کر دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

"**ألا اشهدوا أن دمها هدر**" سن لو، گواہ رہو کہ اس عورت کا خون رائیگاں ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سب رسول اللہ ﷺ ح ۴۳۶۱)

اس حدیث اور دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی گستاخی کرنے والا واجب القتل ہے۔ یہی مسلک امام شافعی اور محدثین کرام کا ہے، جبکہ حنفیوں کے نزدیک شاتم الرسول کا ذمہ باقی رہتا ہے، دیکھئے الھدایہ (ج ۱ ص ۵۹۸)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"وأما أبو حنیفة وأصحابه فقالوا: لا ینقض العهد بالسب ولا یقتل الذمي بذلک لکن یعزر علی اظهار ذلک .. الخ"

ابوحنیفہ اوراس کے اصحاب (شاگردوں ومتبعین) نے کہا: (آپ ﷺ کو) گالی دینے سے معاہدہ (ذمہ) نہیں ٹوٹتا اور ذمی کواس وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا۔لیکن اگر وہ یہ حرکت اعلانیہ کرے تو اسے تعزیر لگے گی۔۔الخ

(الصارم المسلول بحوالہ ردالمحتار علی الدرالمختار ج۳ص ۳۰۵)

اس نازک مسئلے پر ابن نجیم حنفی نے لکھا ہے کہ:

" نعم نفس المؤمن تميل إلى قول المخالف فى مسئلة السب لكن اتباعنا للمذهب واجب "

جی ہاں، گالی کے مسئلہ میں مؤمن کا دل (ہمارے) مخالف کے قول کی طرف مائل ہے لیکن ہمارے لئے ہمارے مذہب کی اتباع (تقلید) واجب ہے۔(البحرالرائق شرح کنزالدقائق ج۵ص ۱۱۵)

۳:حسین احمد مدنی ٹانڈوی لکھتے ہیں کہ:

''ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ تین عالم (حنفی ،شافعی اور حنبلی) مل کر ایک مالکی کے پاس گئے اور پوچھا کہ:تم ارسال کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ: میں امام مالک کا مقلد ہوں دلیل ان سے جا کر پوچھو اگر مجھے دلائل معلوم ہوتے تو تقلید کیوں کرتا؟ تو وہ لوگ ساکت ہوگئے؟''

(تقریر ترمذی اردو ص ۳۹۹ مطبوعہ: کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ارسال: ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا　　　　ساکت: خاموش

۴:ایک روایت میں آیا ہے کہ:

نبی ﷺ ایک وتر پڑھتے تھے اور آپ (وتر کی) دو رکعتوں اور ایک رکعت کے درمیان باتیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص ۲۹۱ ح ۶۸۰۳)

ایسی ایک روایت المستدرک للحاکم سے نقل کر کے انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں:

" ولقد تفكرت فيه قريباً من أربعة عشر سنة ثم استخرجت جوابه شافياً و ذلك الحديث قوى السند .."

اور میں نے اس حدیث (کے جواب) کے بارے میں تقریباً چودہ سال تفکر کیا ہے۔ پھر میں نے اس کا شافی (شفا دینے والا اور کافی) جواب نکال لیا۔اور یہ حدیث سند کے لحاظ سے قوی ہے الخ (العرف الشذی ج۱ص ۱۰۷ واللفظ لہ،فیض الباری ج۲ص ۳۷۵ و معارف السنن للبنوری ج۴ص ۲۶۴ و درس ترمذی ج۲ص ۲۲۴)

تفکر: سوچ بچار

۵:احمد یار خان نعیمی بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''اب ایک فیصلہ کن جواب عرض کرتے ہیں وہ یہ کہ ہمارے دلائل یہ روایات نہیں۔ ہماری اصل دلیل تو امام اعظم ابوحنیفہ

www.quransunnah.com

رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ہم یہ آیت واحادیث مسائل کی تائید کے لئے پیش کرتے ہیں،احادیث یا آیات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیلیں ہیں۔۔'' (جاء الحق ج ۲ ص ۹۱ طبع قدیم)

نعیمی مذکور صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

''کیونکہ حنفیوں کے دلائل یہ روایتیں نہیں ان کی دلیل صرف قولِ امام ہے،الخ (جاء الحق ج ۲ ص ۹)

۶:ایک آدمی نے مفتی محمد (دیوبندی) صاحبِ دارالافتاء والارشاد،ناظم آباد کراچی رکو خط لکھا کہ:

''ایک شخص تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا،امام اگر سجدہ سہو کے لئے سلام پھیرے تو تیسری رکعت میں شریک ہونے والا مسبوق بھی سلام پھیرے یا نہیں؟ یہاں ایک صاحب بحث کررہے ہیں کہ اگر سلام نہیں پھیرے گا تو امام کی اقتداء نہیں رہے گی۔آپ دلیل سے مطمئن کریں (مجاھد علی خان۔کراچی)

دیوبندی صاحب نے اس سوال کا درج ذیل جواب دیا:

''جواب:مسبوق یعنی جو پہلی رکعت کے بعد امام کے ساتھ شریک ہوا وہ سجدہ سہو میں امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے، اگر عمداً سلام پھیر دیا تو نماز جاتی رہی،سہواً پھیرا تو سجدہ سہو لازم ہے،مسئلہ سے جہالت کی بناء پر پھیرا تو بھی نماز فاسد ہوگئی،عوام کے لئے دلائل طلب کرنا جائز نہیں،نہ آپس میں مسائل شرعیہ پر بحث کرنا جائز ہے، بلکہ کسی مستند مفتی سے مسئلہ معلوم کرکے اس پر عمل کرنا ضروری ہے''

(ہفت روزہ ضربِ مؤمن کراچی،جلد:۳ شمارہ:۱۵، ۲۱ تا ۲۷ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ ۹ تا ۱۵، اپریل ۱۹۹۹ء ص ۶ کالم:آپ کے مسائل کا حل)

۷:صحیح حدیث میں آیا ہے کہ:

'' من أدرک من الصبح رکعة قبل أن تطلع الشمس فقد أدرک الصبح''

جس نے صبح کی ایک رکعت،سورج کے طلوع ہونے سے پہلے،پالی تو اس نے یقیناً صبح (کی نماز) پالی۔

(البخاری:۵۷۹ و مسلم:۶۰۸)

فقہ حنفی اس صحیح حدیث کا مخالف ہے۔مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی اس مسئلے پر کچھ بحث کرکے لکھتے ہیں:

''غرضیکہ یہ مسئلہ اب تک تشنۂ تحقیق ہے۔معہذا ہمارا فتوی اور عمل قولِ امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ہی رہے گا اس لئے کہ ہم امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لئے قولِ امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلۂ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفۂ مجتہد ہے۔'' (ارشاد القاری الی صحیح البخاری ج ا ص ۴۱۲)

لدھیانوی صاحب ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:

''توسیع مجال کی خاطر اہلِ بدعت فقہ حنفی کو چھوڑ کر قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہیں اور ارخاءعنان کے لئے ہم

Your source to Islamic Resources in Urdu Online

بھی یہ طرز قبول کر لیتے ہیں ورنہ مقلد کے لئے صرف قولِ امام ہی حجت ہوتا ہے۔'' (ارشاد القاری ص ۲۸۸)

مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''یہ بحث تبرعاً لکھ دی ہے ورنہ رجوع الی الحدیث وظیفۂ مقلد نہیں'' (احسن الفتاوی ج ۳ ص ۵۰)

۸: قاضی زاھد الحسینی دیوبندی لکھتے ہیں: ''حالاں کہ ہر مقلد کے لئے آخری دلیل مجتہد کا قول ہے۔ جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے: **اما المقلد فمستنده قول المجتهد**،

اب اگر ایک شخص امام ابوحنیفہ کا مقلد ہونے کا مدعی ہو اور ساتھ ہی وہ امام ابوحنیفہ کے قول کے ساتھ یا علیحدہ قرآن وسنت کا بطورِ دلیل مطالبہ کرتا ہے تو وہ بالفاظِ دیگر اپنے امام اور راہ نما کے استدلال پر یقین نہیں رکھتا''

(مقدمہ کتاب: دفاع امام ابوحنیفہ از عبدالقیوم حقانی ص ۲۶)

۹: عامر عثمانی کو کسی نے خط لکھا کہ: ''حدیث رسولؐ سے جواب دیں''

عامر عثمانی صاحب نے اس کا جواب دیا کہ:

''اب چند الفاظ اس فقرے کے بارے میں بھی کہہ دیں جو آپ نے سوال کے اختتام پر سپردِ قلم کیا ہے یعنی:

''حدیث رسولؐ سے جواب دیں''

اس نوع کا مطالبہ اکثر سائلین کرتے رہتے ہیں۔ یہ دراصل اس قاعدے سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ مقلدین کے لئے حدیث وقرآن کے حوالوں کی ضرورت نہیں بلکہ ائمہ وفقہاء کے فیصلوں اور فتووں کی ضرورت ہے۔''

(ماہنامہ تجلی دیوبند ج ۱۹ شمارہ: ۱۱، ۱۲ جنوری فروری ۱۹۶۸ء ص ۴۷، اصلی اہلسنت / عبدالغفور اثری ص ۱۱۶)

۱۰: شیخ احمد سرہندی لکھتے ہیں کہ:

''مقلد کو لائق نہیں کہ مجتہد کی رائے کے برخلاف کتاب وسنت سے احکام اخذ کرے اور ان پر عمل کرے''

(مکتوبات امام ربانی، مستند اردو ترجمہ ج ۱ ص ۶۰۱ مکتوب: ۲۸۶)

سرہندی صاحب نے تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کے بارے میں کہا:

''جب روایات معتبرہ میں اشارہ کرنے کی حرمت واقع ہوئی ہو اور اس کی کراہت پر فتوی دیا ہو اور اشارہ وعقد سے منع کرتے ہوں اور اس کو اصحاب کا ظاہر اصول کہتے ہوں تو پھر ہم مقلدوں کو مناسب نہیں کہ احادیث کے موافق عمل کر کے اشارہ کرنے میں جرأت کریں اور اس قدر علمائے مجتہدین کے فتوی کے ہوتے امر محرم اور مکروہ اور منہی کے مرتکب ہوں'' (مکتوبات ج ۱ ص ۷۱۸ مکتوب: ۳۱۲)

سرہندی مذکور نے خواجہ محمد پارسا کی فصول ستہ سے نقل کیا ہے کہ:

''حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے مذہب کے موافق عمل

کریں گے'' (مکتوبات اردو، ج ا ص ۵۸۵ مکتوبات: ۲۸۲)
۱۱: ابوالحسن الکرخی الحنفی نے کہا:

" الاصل ان کل آیة تخالف قول أصحابنا فإنها تحمل علی لنسخ أو علی الترجیح و الأولیٰ أن تحمل علی التاویل من جهة التوفیق "

اصل یہ ہے کہ ہر آیت جو ہمارے ساتھیوں (فقہاء) کے خلاف ہے اسے منسوخیت پر محمول یا مرجوح سمجھا جائے گا، بہتر یہ ہے کہ تطبیق کرتے ہوئے اس کی تاویل کر لی جائے۔ (اصول الکرخی: ۲۹ ومجموعہ قواعد الفقہ ص ۱۸)

شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

''(تنبیہ) دودھ چھڑانے کی مدت جو یہاں دو سال بیان ہوئی باعتبار غالب اور اکثری عادت کے ہے۔ امام ابوحنیفہؒ جو اکثر مدت ڈھائی سال بتاتے ہیں ان کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی۔ جمہور کے نزدیک دو ہی سال ہیں واللہ اعلم''
(تفسیر عثمانی ص ۵۴۸ سورہ لقمان، آیت ۱۴ حاشیہ: ۱۰)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ تقلید کرنے والے حضرات نہ قرآن مانتے ہیں اور نہ حدیث اور نہ اجماع کو اپنے لئے حجت سمجھتے ہیں، ان کی دلیل صرف قولِ امام ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ الدھلوی الحنفی (!) نے لکھا ہے کہ:

" فإن شئت أن تری أنموذج الیهود فانظر إلی علماء السوء من الذین یطلبون الدنیا وقد اعتادوا تقلید السلف وأعرضوا عن نصوص الکتاب والسنة و تمسکوا بتعمق عالم و تشدده واستحسانه فاعرضوا کلام الشارع المعصوم و تمسکوا بأحادیث موضوعة وتاویلات فاسدة ، کانت سبب هلاکهم "

اگر تم یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو (ہمارے زمانے کے) علماءِ سوء کو دیکھو، جو دنیا کی طلب اور (اپنے) سلف کی تقلید پر جمے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ کتاب وسنت کی نصوص (دلائل) سے منہ پھیرتے اور کسی (اپنے پسندیدہ) عالم کے تعمق، تشدد اور استحسان کو مضبوطی سے پکڑے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ، جو معصوم ہیں، کے کلام کو چھوڑ کر موضوع روایات اور فاسد تاویلوں کو گلے سے لگا لیا ہے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ ہلاک ہو گئے ہیں۔ (الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص ۱۰، ۱۱)

فخر الدین الرازی لکھتے ہیں کہ:

''ہمارے استاد جو خاتم المحققین والمجتہدین ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے فقہاء مقلدین کے ایک گروہ کا مشاہدہ کیا ہے کہ میں نے انہیں کتاب اللہ کی بہت سی ایسی آیتیں سنائیں جو ان کے تقلیدی مذہب کے خلاف تھیں تو انہوں نے (نہ) صرف ان کے قبول کرنے سے اعراض کیا بلکہ ان کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی'' (تفسیر کبیر، سورۃ التوبہ آیت ۳۱ ج ۱۶

ص ۳۷ و اصلی اہلسنت ص ۱۳۵، ۱۳۶)

تقلید اور مقلدین کا اصلی چہرہ آپ کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ اب اس تقلید کا ردِ پیشِ خدمت ہے۔

((تقلید کا رد قرآن مجید سے))

۱: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ﴾ اور جس کا تجھے علم نہ ہو اس کی پیروی نہ کر (سورہ بنی اسرائیل: ۳۶)

اس آیتِ کریمہ سے درج ذیل علماء نے تقلید کے ابطال (باطل ہونے) پر استدلال کیا ہے۔

(۱) ابوحامد محمد بن محمد الغزالی (المستصفی من علم الأصول ۲/۳۸۹) (۲) السیوطی (الرد علی من أخلد إلی الأرض ص ۱۲۵ و ۱۳۰) (۳) ابن القیم (اعلام الموقعین ۲/۱۸۸)

۲: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾

انہوں نے اپنے احبار (مولویوں) اور رہبان (پیروں) کو، اللہ کے سوارب بنالیا (سورۃ التوبہ: ۳۱)

اس آیتِ کریمہ سے درج ذیل علماء نے تقلید کے رد پر استدلال کیا ہے۔

(۱) ابن عبدالبر (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۰۹) (۲) ابن حزم (الاحکام فی اصول الاحکام ج ۶ ص ۲۸۳)

(۳) ابن القیم (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۱۹۰) (۴) السیوطی (باقرارہ، الرد علی من أخلد إلی الأرض ص ۱۲۰)

(۵) الخطیب البغدادی (الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۶۶)

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وقد احتج العلماء بهذه الآيات فى ابطال التقليد ولم يمنعهم كفرا ولئك من الاحتجاج بها، لأن التشبيه لم يقع من جهة كفر أحدهما و إيمان الآخر ، وإنما و قع التشبيه بين المقلدين بغير حجة للمقلد .. "

علماء نے ان آیات کے ساتھ، ابطالِ تقلید پر استدلال کیا ہے۔ انہیں (ان آیات میں مذکورین کے) کفر نے استدلال کرنے سے نہیں روکا، کیونکہ تشبیہ کسی کے کفر یا ایمان کی وجہ سے نہیں ہے، تشبیہ تو مقلدین میں بغیر دلیل کے (اپنے) مقلد (امام، رہنما) کی بات ماننے میں ہے۔" (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۱۹۱)

۳: رب العالمین فرماتا ہے:

﴿ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ﴾ کہہ دو کہ، اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو (البقرۃ: ۱۱۱، النحل: ۶۴)

اس آیتِ کریمہ سے درج ذیل علماء نے تقلید کے باطل ہونے پر استدلال کیا ہے (۱) ابن حزم (الاحکام ۶/۲۷۵)

(۲) الغزالی (المستصفی ۳۸۹/۲) (۳) السیوطی (الرد علی من أخلد إلی الأرض ص ۱۳۰)
دیگر دلائل کے لئے محولہ کتابوں کا مطالعہ کریں۔

((تقلید کا رد احادیث سے))

۱: اس میں کوئی شک نہیں کہ تقلیدِ مذاہبِ اربعہ: بدعت ہے۔ حافظ ابن القیم نے فرمایا:

" وإنما حدثت هذه البدعة فی القرن الرابع المذموم علی لسان رسول الله ﷺ "

اور (تقلید کی) یہ بدعت چوتھی صدی میں پیدا ہوئی ہے جس (صدی) کی مذمت رسول اللہ ﷺ نے اپنی (مقدس) زبان سے بیان فرمائی ہے۔ (اعلام الموقعین ۲۰۸/۲)

حافظ ابن حزم نے کہا:

" إنما حدث التقلید فی القرن الرابع " تقلید (مذاہب اربعہ کی تقلید) چوتھی صدی میں پیدا ہوئی ہے۔

(کتاب: ابطال التقلید، بحوالہ الرد علی من أخلد إلی الأرض ص ۱۳۳)

بدعت کے بارے میں ارشاد نبوی (ﷺ) ہے کہ:

" و کل بدعة ضلالة " اور ہر بدعت گمراہی ہے

(صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ ح ۸۶۸ و ترقیم دار السلام: ۲۰۰۵)

۲: گزشتہ صفحات پر باحوالہ عرض کر دیا گیا ہے کہ تقلیدِ مروج میں کتاب و سنت کے بجائے بلکہ کتاب و سنت کے مقابلے میں اپنے مزعوم امام یا فقہ کی آراء و اجتہادات کی پیروی کی جاتی ہے، نبی کریم ﷺ نے قیامت سے پہلے کی ایک نشانی یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ:

" فیبقی ناس جهال یستفتون فیفتون برأیهم فیضلون ویضلون " پس جاہل لوگ رہ جائیں گے، ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے تو وہ اپنی رائے سے فتوی دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب ما یذکر من ذم الرأی ح ۷۳۰۷)

تنبیہ: امام طبرانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں کہ:

"حدثنا مطلب قال: حدثنا عبد الله قال.. وبه حدثنی اللیث قال قال یحیی بن سعید: حدثنی أبو حازم عن عمرو بن مرة عن معاذ بن جبل عن رسول الله ﷺ قال: إیاکم و ثلاثة: زلة عالم وجدال منافق و دنیا تقطع أعناقکم، فأما زلة عالم فإن اهتدی فلا تقلدوه دینکم وإن زل فلا تقطعوا عنه آمالکم.. "

رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا: تین چیزوں سے بچو، عالم کی غلطی، منافق کا (قرآن لے کر)

مجادلہ (جھگڑا) کرنا اور دنیا جو تمہاری گردنوں کو کاٹے گی۔ رہی عالم کی غلطی تو اگر وہ ہدایت پر بھی ہو تو دین میں اس کی تقلید نہ کرو، اور اگر وہ پھسل جائے تو اس سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ الخ (المعجم الاوسط ج۹ص ۳۲۶، ۳۲۷ ح ۸۷۰۹، ۸۷۱۰)

روایت کی تحقیق: مطلب بن شعیب کی توثیق جمہور نے کی ہے. دیکھئے لسان المیزان (ج ٦ ص ٥٠) ابو صالح عبداللہ بن صالح کاتب اللیث: " صدوق كثير الغلط ، ثبت فی كتابه و كانت فيه غفلة " ہے (تقریب:۳۳۸۸) اس کی روایات صحیح بخاری (ح ۴، ۷۸۹ ۔۔) وغیرہ میں ہیں ۔لیث بن سعد: " ثقة ثبت فقيه إمام مشهور " ہیں۔ (تقریب:۵۶۸۴)

یحیی بن سعید (الانصاری): ثقہ ثبت ہیں (تقریب: ۷۵۵۹) ابو حازم کا تعین نہیں ہو سکا ممکن ہے اس سے مراد سلمہ بن دینار الاعرج: ثقہ عابد (تقریب: ۲۴۸۹) ہو، واللہ اعلم عمرو بن مرہ: ثقہ عابد، کان لا یدلس ورمي بالارجاء ہیں (تقریب: ۵۱۱۲) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں لیکن عمرو بن مرہ کی ان سے ملاقات نہیں ہے لہذا یہ سند منقطع ہے (اور اصطلاح فقہاء میں: مرسل) ہے۔ اسے امام لالکائی نے " عبدالله بن وهب : حدثني الليث (بن سعد) عن يحيى بن سعيد عن خالد بن أبي عمران عن أبي حازم عن عمرو بن مرة عن معاذ بن جبل (رضی الله عنه) أن رسول الله ﷺ قال.." الخ کی سند سے روایت کیا ہے۔
(شرح اعتقاد اصول أهل السنة ج ا ص ۱۱۶، ۱۱۷ ح ۱۸۳)

خالد بن ابی عمران: " فقيه صدوق " ہے (تقریب:۱۶۶۲)

معلوم ہوتا ہے کہ الأوسط کی سند سے خالد بن ابی عمران کا واسطہ گر گیا ہے۔ یہاں یہ بھی قرینہ ہے کہ اس سے پہلے روایات میں خالد مذکور کا واسطہ موجود ہے (الأوسط: ۸۷۰۹، ۸۷۰۸)

نتیجہ: یہ سند ضعیف ہے۔

۳: چونکہ تقلید کرنے والا کتاب وسنت کو رد کر دیتا ہے لہذا اتباع کتاب وسنت کی دلالت کرنے والی تمام آیات واحادیث کو تقلید کے ابطال پر پیش کرنا جائز ہے۔

((تقلید کا رد اجماع سے))

صحابہ کرام اور سلف صالحین نے تقلید سے منع کیا ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے، ان کا کوئی مخالف نہیں جو تقلید کو جائز کہتا ہو، لہذا خیر القرون میں اس پر اجماع ہے کہ تقلید نا جائز ہے۔

حافظ ابن حزم فرماتے ہیں کہ:

" وقد صح إجماع جميع الصحابة رضى الله عنهم ، أولهم عن آخرهم، وإجماع جميع التابعين ، أولهم عن آخرهم على الامتناع والمنع من أن يقصد منهم أحد إلى قول إنسان منهم أو ممن

www.quransunnah.com

قبلهم فيأخذه كله فليعلم من أخذ بجميع قول أبي حنيفة أو جميع قول مالك أو جميع قول الشافعي أو جميع قول أحمد بن حنبل رضى الله عنهم ممن يتمكن من النظر ، ولم يترك من اتبعه منهم إلى غيره قد خالف إجماع الأمة كلهاعن آخرها واتبع غير سبيل المؤمنين، نعوذبالله من هذه المنزلة وأيضاً فإن هؤ لا ء الأفاضل قد منعوا عن تقليد هم و تقليد غيرهم فقد خالفهم من قلد هم "

اول سے آخر تک تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اوراول سے آخر تک تمام تابعین کا اجماع ثابت ہے کہ ان میں سے یا ان سے پہلے (نبی ﷺ کے علاوہ) کسی انسان کے تمام اقوال قبول کرنا منع اور نا جائز ہے۔ جولوگ ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کے اگر سارے اقوال لے لیتے (یعنی تقلید) کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ وہ علم بھی رکھتے ہیں، اوران میں سے جس کو اختیار کرتے ہیں اس کے کسی قول کو ترک نہیں کرتے، وہ جان لیں کہ وہ پوری امت کے اجماع کے خلاف ہیں۔ انہوں نے مؤمنین کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ ہم اس مقام سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان تمام فضیلت والے علماء نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع کیا ہے پس جو شخص ان کی تقلید کرتا ہے وہ ان کا مخالف ہے۔ (النبذۃ الکافیۃ فی أحکام أصول الدین ص ۷۱ والرد علی من أخلد إلی الأرض للسیوطی ص ۱۳۱، ۱۳۲)

((تقلید کا رد آثارِ صحابہ سے، رضی اللہ عنہم اجمعین))

۱: امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" أخبرنا أبو عبد الله الحافظ : ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب : ثنا محمد بن خالد : ثنا أحمد بن خالد الوهبي : ثنا إسرائيل عن أبي حصين عن يحيى بن وثاب عن مسروق عن عبد الله بن يعني ابن مسعود أنه قال: لا تقلدوا دينكم الرجال فإن أبيتم فبا لأ موات لا بالأحياء"

مفہوم: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو، پس اگر تم (میری بات کا) انکار کرتے (یعنی منکر) ہو تو مُردوں کی (اقتداء) کرلو، زندوں کی نہ کرو۔ (السنن الکبری ج ۲ ص ۱۰ وسندہ صحیح)

تنبیہ: اس ترجمے میں اقتداء کا لفظ طبرانی کی روایت کے پیشِ نظر لکھا گیا ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۹ ص ۱۶۶ ح ۸۷۶۴)

۲: امام وکیع بن الجراح (متوفی ۱۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

" حدثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن عبد الله بن سلمة عن معاذ قال: كيف أنتم عند ثلاث : دنيا تقطع رقابكم وزلة عالم وجدال منافق بالقرآن ؟فسكتوا، فقال معاذ بن جبل : أما دنيا تقطع رقابكم فمن جعل الله غناه فى قلبه فقد هدى ومن لا فليس بنافعته دنياه وأما زلة عالم ، فإن اهتدى فلا تقلدوه دينكم وإن فتن فلا تقطعو منه آناتكم فإن المؤمن يفتن ثم يفتن ثم يتوب.." الخ

Your source to Islamic Resources in Urdu Online

(سیدنا) معاذ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب تین باتیں (رونما) ہوں گی تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ دنیا جب تمہاری گردنیں توڑ رہی ہوگی، اور عالم کی غلطی اور منافق کا قرآن لے کر جھگڑا (اور مناظرہ) کرنا؟ لوگ خاموش رہے تو معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: گردن توڑنے والی دنیا (یعنی کثرت مال ودولت) کے بارے میں سنو، اللہ نے جس کے دل کو بے نیاز کردیا وہ ہدایت پا گیا اور جو بے نیاز نہ ہوا تو اسے دنیا فائدہ نہیں دے گی، رہا عالم کی غلطی کا مسئلہ تو (سنو) اگر وہ سیدھے راستے پر بھی (جارہا) ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو اور اگر وہ فتنے میں مبتلا ہو جائے تو اس سے ناامید نہ ہو جاؤ. کیونکہ مؤمن بار بار فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر (آخر میں) توبہ کر لیتا ہے۔ الخ

(کتاب الزھد ج ۱ ص ۲۹۹، ۳۰۰ ح ۷۱ وسندہ حسن)

شعبہ: ثقہ حافظ متقن ہیں (تقریب: ۲۷۹۰) عمرو بن مرہ کا ذکر گزر چکا ہے (ص 23) عبداللہ بن سلمہ (المرادی): ''صدوق تغیر حفظه'' ہیں (تقریب: ۳۳۶۴) عبداللہ بن سلمہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت عبداللہ بن سلمہ نے تغیر سے پہلے بیان کی ہے دیکھئے مسند الحمیدی بتحقیقی (ق ۱/ ۴۳، ۴۴ ح ۵۷) عمرو بن مرہ عن عبداللہ بن سلمہ کی سند کو درج ذیل محدثین نے صحیح وحسن قرار دیا ہے:

ابن خزیمہ (۲۰۸) وابن حبان (موارد ۱۹۶، ۱۹۷) والترمذی (۱۴۶) والحاکم (۱/ ۱۵۲، ۴/ ۱۰۷) والذہبی والبغوی وابن السکن وعبدالحق الاشبیلی رحمہم اللہ

حافظ ابن حجر اس سند کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: "والحق أنه من قبيل الحسن يصلح للحجة"

اور حق یہ ہے کہ یہ حسن کی قسم میں سے ہے اور حجت (استدلال پکڑنے) کے قابل ہے (فتح الباری ۱/ ۴۰۸ ح ۳۰۵)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ قول درج ذیل کتابوں میں بھی ہے۔

کتاب الزہد لابی داؤد (ح ۱۹۳ وقال محققہ: إسنادہ حسن، دوسرا نسخہ ص ۱۷۷ وقال محققوہ: إسنادہ حسن) حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم (۵/ ۹۷) جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر (۲/ ۱۳۶ دوسرا نسخہ ۲/ ۱۱۱) الأحکام لابن حزم (۶/ ۲۳۶) اتحاف السادۃ المتقین (۱/ ۳۷۷، ۳۷۸ بلا سند) کنز العمال (۶/ ۴۸، ۴۹ ح ۴۳۸۸۱ بلا سند) العلل للدارقطنی (۶/ ۸۱ س ۹۹۲) اسے دارقطنی اور ابونعیم الأصبھانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن القیم نے فرمایا: ''وقد صح عن معاذ'' اور یہ معاذ سے صحیح (ثابت) ہے۔ (اعلام الموقعین ۲/ ۲۳۹)

تنبیہ بلیغ: صحابہ میں سے کوئی بھی اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کا مخالف نہیں ہے لہذا اس پر صحابہ کا اجماع ہے کہ تقلید نہیں کرنی چاہئے والحمدللہ۔

((تقلید کا رد سلف صالحین سے))

۱: امام (عامر بن شراحیل) الشعبی (تابعی، متوفی ۱۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ: '' ماحدثوک هؤلاء عن

رسول الله ﷺ فخذ به وما قالوه برأيهم فألقه فی الحش"

یہ لوگ، تجھے، رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بتائیں اسے (مضبوطی سے) پکڑلو، اور جو (بات) وہ اپنی رائے سے کہیں اسے کوڑے کرکٹ پر پھینک دو (مسند الدارمی ۱/۶۷ ح ۲۰۶ وسندہ صحیح)

۲: امام حکم (بن عتیبہ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" ليس أحد من الناس إلا وأنت آخذ من قوله أو تارک إلا النبی ﷺ " لوگوں میں سے ہر آدمی کی بات آپ لے بھی سکتے ہیں اور رد بھی کر سکتے ہیں سوائے نبی ﷺ کے (آپ کی ہر بات لینا فرض ہے)

(الاحکام لابن حزم ۶/۲۹۳ وسندہ صحیح)

۳: ابراھیم النخعی رحمہ اللہ کے سامنے کسی نے سعید بن جبیر (تابعی رحمہ اللہ) کا قول پیش کیا تو انہوں نے فرمایا:

" ما تصنع بحديث سعيد بن جبير مع قول رسول الله ﷺ " ؟

رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں تم سعید بن جبیر کے قول کا کیا کرو گے؟

(الاحکام لابن حزم ۶/۲۹۳ وسندہ صحیح)

۴: امام المزنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

" اختصرت هذا الكتاب من علم محمد بن إدريس الشافعي رحمه الله و من معنى قوله لأ قربه على من أراده مع اعلاميه : نهيه عن تقليده و تقليد غيره ، لينظر فيه لحديثه ويحتاط فيه لنفسه "

میں نے یہ کتاب (امام) محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کے علم سے مختصر کی ہے تاکہ جو شخص اسے سمجھنا چاہے آسانی سے سمجھ لے، اس کے ساتھ میرا یہ اعلان ہے کہ امام شافعی نے اپنے تقلید اور دوسروں کی تقلید (دونوں) سے منع فرمادیا ہے تاکہ (ہر شخص) اپنے دین کو پیشِ نظر رکھے اور اپنی جان کے لئے احتیاط کرے۔ (الأم مختصر المزنی ص ۱)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" كل ماقلت . وكان عن النبي (ﷺ) خلاف قولي مما يصح فحديث النبي (ﷺ) أولى، ولا تقلدوني"

میری ہر بات جو نبی ﷺ کی صحیح حدیث کے خلاف ہو (چھوڑ دو) پس نبی ﷺ کی حدیث سب سے زیادہ بہتر ہے، اور میری تقلید نہ کرو (آداب الشافعی ومناقبہ لابن أبی حاتم ص ۵۱ وسندہ حسن)

۵: امام ابوداوٗد السجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے (امام) احمد (بن حنبل) سے پوچھا: کیا (امام) اوزاعی، (امام) مالک سے زیادہ متبع سنت ہیں؟ انہوں نے

فرمایا:" **لا تقلد دینک أحداً من هؤ لاء**" الخ اپنے دین میں، ان میں سے کسی ایک کی بھی تقلید نہ کر۔ الخ

(مسائل أبی داوٗد ص ۲۷۷)

۶: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک دن قاضی ابو یوسف کو فرمایا:

" **ویحک یا یعقوب ! لا تکتب کل ما تسمع مني فإني قد أری الرأي الیوم و أ ترکه غداً و أری الرأی غداً و أترکه بعد غدٍ**"

اے یعقوب (ابو یوسف) تیری خرابی ہو، میری ہر بات نہ لکھا کر، میری آج ایک رائے ہوتی ہے اور کل بدل جاتی ہے۔ کل دوسری رائے ہوتی ہے تو پھر پرسوں وہ بھی بدل جاتی ہے۔

(تاریخ یحیی بن معین ج ۲ ص ۶۰۷ ت ۲۴۶۱ وسندہ صحیح، وتاریخ بغداد ۴۲۴/۱۳)

۷: امام ابو محمد القاسم بن محمد بن القاسم القرطبی البیانی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) نے تقلید کے رد پر:

" **کتاب الإیضاح فی الرد علی المقلدین** " لکھی (سیر أعلام النبلاء ۳۲۹/۱۳ ت ۱۵۰)

۸: امام ابن حزم نے فرمایا:

" **والتقلید حرام** " اور تقلید حرام ہے (النبذۃ الکافیۃ فی أحکام أصول الدین ص ۷۰)

اور فرمایا:" **والعامي والعالم فی ذلک سواء، وعلی کل أحد حظه الذي یقدر علیه من الإجتهاد** "

اور عامی و عالم (دونوں) اس (حرمتِ تقلید میں) ایک برابر ہیں، ہر ایک اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق اجتہاد کرے گا (النبذۃ الکافیۃ ص ۷۱)

حافظ ابن حزم الظاہری نے اپنی عقیدے والی کتاب میں لکھا ہے کہ:

" **ولا یحل لأحد أن یقلد أحداً ، لاحیاً ولا میتاً** "

کسی شخص کے لئے تقلید کرنا حلال نہیں ہے، زندہ ہو یا مردہ (کسی کی بھی تقلید نہیں کرے گا)

(کتاب الدرۃ فیما یجب اعتقاد ص ۴۲۷)

معلوم ہوا کہ تقلید نہ کرنے کا مسئلہ عقیدے کا مسئلہ ہے والحمد للہ

۹: امام ابو جعفر الطحاوی (حنفی !؟) سے مروی ہے کہ:

" **وهل یقلد إلا عصبي أو غبي** " تقلید تو صرف وہی کرتا ہے جو متعصب اور بے وقوف ہوتا ہے۔

(لسان المیزان ۲۸۰/۱)

۱۰: عینی حنفی (!) نے کہا:

" **فالمقلد ذهل والمقلد جهل وآفة کل شئ من التقلید** " پس مقلد غلطی کرتا ہے اور مقلد جہالت کا ارتکاب

کرتا ہے اور ہر چیز کی مصیبت تقلید کی وجہ سے ہے۔(البنایۃ شرح الھدایہ ج ۱ ص ۳۱۷)

۱۱: زیلعی حنفی (!) نے کہا:

" فالمقلد ذهل و المقلد جهل " پس مقلد غلطی کرتا ہے اور مقلد جہالت کا ارتکاب کرتا ہے۔

(نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۱۹)

۱۲: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تقلید کے خلاف زبردست بحث کرنے کے بعد فرمایا:

" وأما أن يقول قائل : إنه يجب على العامة تقليد فلان أو فلان ، فهذا لا يقوله مسلم "

اور اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ: عوام پر فلاں یا فلاں کی تقلید واجب ہے، تو یہ قول کسی مسلمان کا نہیں ہے۔

(مجموع فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۲ ص ۲۴۹)

امام ابن تیمیہ خود بھی تقلید نہیں کرتے تھے، دیکھئے اعلام الموقعین (ج ۲/ ۲۴۱، ۲۴۲)

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

"ولا يجب على أحد من المسلمين تقليد بعينه من العلماء فی كل ما يقول، ولا يجب على أحد من المسلمين التزام مذهب شخص معين غير الرسول ﷺ فی كل ما يوجبه و يخبربه "

کسی ایک مسلمان پر بھی علماء میں سے کسی ایک متعین عالم کی ہر بات میں، تقلید واجب نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کے علاوہ، کسی شخص متعین کے مذہب کا التزام کسی ایک مسلمان پر واجب نہیں ہے کہ ہر چیز میں اسی کی پیروی شروع کر دے۔

(مجموع فتاوی ۲۰/ ۲۰۹)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں کہ:

" .. من نصب إماماً فأوجب طاعته مطقاً اعتقاداً أو حالاً فقد ضل فی ذلک كأئمة الضلال الرافضة الإمامية "

جس شخص نے ایک امام مقرر کر کے مطلقاً اس کی اطاعت واجب قرار دے دی، چاہے عقیدتاً ہو یا عملاً، تو ایسا شخص گمراہ رافضیوں امامیوں کے سرداروں کی طرح گمراہ ہے (مجموع فتاوی ۱۹/ ۶۹)

۱۳: علامہ سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے ایک کتاب لکھی " كتاب الرد على من أخلد إلى الأرض و جهل أن الإجتهاد فی كل عصر فرض " مطبوعہ: عباس أحمد الباز، دار الباز مكة المكرّمہ، اس کتاب میں انہوں نے "باب فساد التقلید" کا باب باندھا ہے (ص ۱۲۰) اور تقلید کا رد کیا ہے۔

(جاری ہے)

☆☆☆

حافظ شیر محمد

اللہ کی محبت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ''تقویٰ''

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ ﴾ (الحجرات:۱۳)

''تم میں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے''

تقویٰ وقایة سے ماخوذ ہے وقایة ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس سے سر کو ڈھانپا جاتا ہے۔اس لیے ہر وہ احتیاط اور رویہ وقایة ہے جس کے ذریعے سے نقصان دہ چیزوں سے بچا جا سکتا ہے۔ تقاۃ بھی اسی کے ہم معنی ہے۔ اس اعتبار سے تقویٰ کا مطلب اور مفہوم یہ ہوا کہ انسان اللہ کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرے اللہ کے تمام حکموں کو بجالائے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے باز رہے۔یعنی انسان ہر وقت اللہ کا خوف اور ڈر اپنے دل میں رکھے اور ہر کام سے پہلے قرآن وحدیث کو مدنظر رکھے تقویٰ سے انسان کے دل اور دماغ میں ایسی نورانیت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ حق اور باطل کو پہچان سکتا ہے۔ظلمت اور تاریکی کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اور انسان اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ محبوب اور مقرب بندہ بن جاتا ہے۔

قرآن مجید میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے کی رغبت دلائی ہے۔سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ (آل عمران:۱۰۲)

''اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے (ایسے) ڈرو (جیسا) ڈرنے کا حق ہے اور تم کو موت اس حالت میں آئے کہ تم مسلمان ہو''

حق تقاته کی تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ربیع، قتادہ اور حسن بصری وغیرہ نے یہ فرمائی ہے۔

'' حق تقاته هو ان يطاع فلا يعصى ويذكر فلا ينسى ويشكر فلا يكفر''

مستدرک الحاکم (۲/۲۹۴) طبرانی فی الکبیر (۸۵۰۱) الطبری فی تفسیرہ (۷۵۳۴)

''تقویٰ کا حق یہ کہ اللہ کی اطاعت ہر کام میں کی جائے اس کی نافرمانی نہ کی جائے انسان ہمیشہ اس کو یاد رکھے اور کبھی نہ بھولے اور ہمیشہ اس کا شکر ادا کرتا رہے ناشکری نہ کرے۔''

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ (التغابن:۱۶) ''پس جتنی تم میں طاقت ہے اتنا اللہ سے ڈرو''

یہ درحقیقت حق تقاته کی ہی تفسیر وتشریح ہے۔انسان کی نجات کا دارومدار تقویٰ پر ہے اور اس سے انسان کا رزق بھی بڑھتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا o وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا

یَحۡتَسِبُ ﴾ ''اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے آسانیاں پیدا کر دیتا ہے۔ اور ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا'' (الطلاق:۲۔۳)

تقویٰ اختیار کرنے سے انسان کے اندر بصیرت اور حق اور باطل کی پہچان بھی پیدا ہوتی ہے اور انسان کے سارے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا وَّیُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَیَغۡفِرۡلَکُمۡ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴾

''اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں (حق اور باطل کے درمیان) فرق کرنے والی (بصیرت) عطا فرمائے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے'' (الانفال:۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: **من اکرم الناس ؟** لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے۔ **قال: اتقاھم** آپ نے فرمایا: جو ان میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الانبیاء باب واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا ح:۳۳۵۳، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل یوسف علیہ السلام ح ۲۳۷۸)

تقویٰ اختیار کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان دنیا کی رنگینیوں سے اور خوش رنگ اور دل کو لبھانے والی چیزوں سے بچے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **'' ان الدنیا حلوۃ خضرۃ و ان اللہ مستخلفکم فیھا فینظر کیف تعملون ، فاتقوا الدنیا واتقوا النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کانت فی النساء''**

بے شک دنیا شیریں اور سرسبز ہے، اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں جانشین بنانے والا ہے پس وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ پس (اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو تو) دنیا (کے دھوکے) سے بچو اور عورتوں (کے فتنے میں مبتلا ہونے) سے بچو، کیوں کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے بارے میں تھا۔

(مسلم، کتاب الرقاق باب اکثر اھل الجنۃ الفقراء واکثر اھل النار النساء ح ۲۷۴۲)

تقویٰ اختیار کرنے کے لیے لازم ہے کہ انسان ہمیشہ ہدایت کے راستے پر چلتا رہے اپنے آپ کو حرام چیزوں سے بچا کر رکھے۔ تقویٰ کا اصل معیار یہ ہے کہ انسان شک والی چیزوں کو بھی چھوڑ دے۔ اور ایسی چیزوں کو اختیار کرے جن میں ذرہ برابر بھی شک نہ ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **'' دع ما یریبک الی مالا یریبک''**

ایسی چیز چھوڑ دو جو تم کو شک میں ڈال دے اور اسے اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔

(صحیح، سنن ترمذی، ابواب الزھد، باب ''اعقلھا وتوکل'' ح:۲۵۱۸)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **'' فمن اتقی الشبھات استبرا لدینہ وعرضہ''**

جو شخص شبہے والی چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت (دونوں کو) بچا لیا۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان۔ باب فضل من استبرا لدینہ ح:۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ: باب اخذ الحلال وترک الشبھات، ح ۵۹۹)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو تقویٰ کے نور سے روشن کر دے۔ آمین **وما علینا إلا البلاغ**